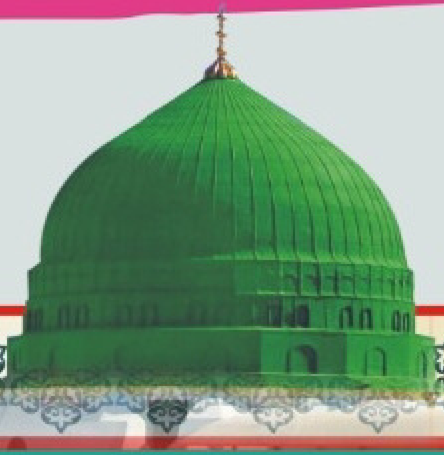
https://ataunnabi.blogspot.com/

شیخ الاسلام علامہ ابن رجب حنبلی (م ۷۹۵ھ) کی کتاب لطائف المعارف کے تیسرے باب کا ترجمہ

ماہِ ظہورِ قدسی، ماہِ نجات دہندۂ انسانیت

ربیع الاوّل

اہمیت و جامعیت، معارف و نکات، اعمال و وظائف



ترجمہ و ترتیب

محمد افروز قادری چریاکوٹی

دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

رفاعی مشن کھیرنا گاؤں نیو ممبئی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عالم و عارفِ ربانی، فقیہ اِسلام، امام احمد ابن رجب حنبلی (م ۷۹۵ھ)

کی مایۂ ناز کتاب 'لطائف المعارف' کے تیسرے باب کا ترجمہ

ماہِ ظہورِ قدسی، ماہِ عقیدت، ماہِ نجات دہندۂ انسانیت

ربیع الاوّل

اہمیت و جامعیت، معارف و نکات، اَعمال و وظائف

-: ترجمہ و ترتیب :-

ابو رِفقہ محمد افروز قادری چریاکوٹی

دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، جنوب افریقہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بأبِي أنتَ وأمِّي صَلَّى اللّٰهُ عَلَيکَ أيُّهَا النَّبِيُّ الأمِّيُّ

تفصیلات

نام کتاب : (الموسم الثالث من) لطائف المعارف...

مصنف : اِمام زین العابدین عبدالرحمٰن بن احمد ابن رجب حنبلی [۷۹۵ھ]

نام ترجمہ : **ربیع الاوّل**: اہمیت وجامعیت، معارف ونکات، اعمال ووظائف

مترجم : ابو رِفقہ محمد افروز قادری چریاکوٹی عفی عنہ

دلاص یونیورسٹی، کیپ ٹاؤن، ساؤتھ افریقہ

غایت : فیوض ومعارفِ ربیع الاوّل نیز برکاتِ میلاد کو عام کرنے کا جتن

تصویب : مفکر اِسلام، مصلح ملت علامہ مفتی محمد عبدالمبین نعمانی قادری دام ظلہ

کتابت : نباضِ قوم وملت، مفتی دیارِ کوکن علامہ سید رضوان احمد رفاعی شافعی

صفحات : ایک سو بیس (120)

اشاعت : 2019ء - ۱۴۴۱ھ

قیمت : اَسّی روپے

تقسیم کار : رفاعی مشن [ناسک]، ممبئی

o رَبَّنَا تَقَبَّلُ مِنَّا إنَّکَ أنتَ السَّمِيْعُ العَلِيْمُ o

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شرفِ انتساب

مکین گنبدِ خضرا ﷺ

کے جملہ سیرت نگاروں کے نام

جنھوں نے رسولِ رحمت، ختمی المرتبت ﷺ

کی حیاتِ طیبہ اور ذاتِ مقدسہ کے ایک ایک گوشے کو

نہایت حزم و اِحتیاط، بسط و تفصیل اور والہانہ پن کے ساتھ

حیطۂ تحریر میں لانے کے بعد اِس اِعترافِ عجز کے ساتھ قلم توڑ دیا کہ

'حق تو یہ ہے کہ حق اَدا نہ ہوا'

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجهك المنير لقد نور القمر
لا يمكن الثناء كما كان حقهٗ
بعداَز خدا بزرگ توئی قصه مختصر

-: طالب عفو و کرم :-

محمد اَفروز قادری چریاکوٹی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فہرست مضامین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تیسری مجلس 076

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علامہ ابن رجب حنبلی - ایک نظر میں -

اِسم گرامی: عبدالرحمٰن

مشہورنام: ابن رجب حنبلی

کنیت: ابوالفرج

القاب وخطابات: شیخ امام، عالم عامل، علامہ، زاہد، قدوہ، برکہ، حافظ، عمدہ، ثقہ، حجۃ، زین الملۃ والشریعہ والدنیا والدین، شیخ الاسلام، یکے از اعلام، واعظ المسلمین، مفید المحدثین، جمال المصنّفین۔

ولادت: باختلاف ہفتہ ۱۵/ربیع الاوّل ۷۳۶ھ، مطابق ۴/نومبر ۱۳۳۵ء، بغداد۔

جدکریم: عبدالرحمٰن ابواحمد رجب بن حسن بن محمد (متوفی: ۷۴۲ھ)

والدمحترم: ابوالعباس احمد بن رجب عبدالرحمٰن بن حسن بن محمد (متوفی: ۷۷۴ھ)

سلسلۂ نسب: ابن احمد بن عبدالرحمٰن رجب بن حسن بن محمد بن مسعود سلامی بغدادی

وطن عزیز: دارالسلام، بغداد

جاے ہجرت: دمشق

عقیدہ: اَشعریہ

مذہب: حنبلی

آغازِ تعلیم: ۷۴۴ھ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مشاہیراَساتذہ: محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن خباز (م ۷۵۶ھ) —— ابراہیم بن داؤد العطار (م ۷۵۲ھ) —— محدث شہیر صدر الدین ابوالفتح میدومی (م ۷۵۴ھ) —— محدث جلیل ابو الحرم محمد بن قلانسی (م ۷۶۵ھ) —— عثمان بن یوسف (م ۷۵۷ھ) —— ابن نقیب احمد بن لولو شافعی مصری (م ۷۶۹ھ) —— علاء الدین احمد نووی (م ۷۴۹ھ) [یہ معروف امام شیخ ابوزکریا نووی [م ۶۷۶ھ] کے علاوہ ہیں]

وفات: ۴؍رمضان المبارک یا ۶ رجب المرجب ۷۹۵ھ مطابق ۱۳۹۳ء دمشق۔

تدفین: ارضِ خمیریہ، دمشق کے اندر اپنے نجی باغیچے میں مدفون ہیں۔

کل مدتِ حیات: قریباً ۵۹ سال تین ماہ۔

تصانیف: ذیل علی طبقات الحنابلة ، شرح جامع ابی عیسیٰ الترمذی ، جامع العلوم والحکم فی شرح خمسین حدیثا من جوامع الکلم ، فتح الباری فی شرح البخاری ، شرح حديث ما ذئبان جائعان ، شرح حديث أبي الدرداء 'من سلك طريقا يلتمس فيه علما' ، اختیار الاولی فی شرح حدیث اختصام الملأ الاعلی ، نور الاقتباس فی مشکوة وصیة النبی ﷺ لابن عباس ، الاستخراج لاحکام الخراج ، القواعد الفقهية (أو القواعد الکبریٰ) ، القول المعذاب فی تزویج امهات اولاد الغیاب ، مسئلة الصلوٰةیوم الجمعة بعد الزوال و قبل الصلوٰة ، نزهة الأسماع فی مسئلة السماع ، وقعة بدر ، اختیار الابرار ، اِستنشاق نسیم الانس من نفخات ریاض القدس ، الاستبطان فیما یعتصم به العبد من الشیطان ، اهوال یوم القیامة ، البشارة العظمیٰ فی ان حظ المومن من النار الحمی ، کتاب التوحید ، الخشوع فی الصلوٰة ، ذم الخمر وشاربها ، ذم المال و الجاه ، رسالة فی معنی العلم ، صفة النار والتحذير من دارالبوار ، الفرق بین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

النصيحة والتعيير ، فضائل الشام ، فضل علم السلف على الخلف ، كشف الكربة فى وصف حال الغربة ، الكشف والبيان عن حقيقة النذور و الأيمان ، كفاية الشام بمن فيها من الاحلام ، الكلام على لا اِله اِلا اللّٰه ، اللطائف فى الوعظ ، أحكام الخواتيم وما يتعلق بها ، إزالة الشنعة عن الصلوٰة بعد النداء يوم الجمعة ، الاستغناء بالقراٰن ، إعراب أم الكتاب ، إعراب البسملة ، الإلمام في فضائل بيت اللّٰه الحرام ، الايضاح والبيان في طلاق كلام الغضبان ، تحرير الفوائد وتقرير القواعد ، أهوال القبور وأحوال أهلها إلى النشور ، تسلية نفوس النساء والرجال عند فقد الأطفال ، تفسير سورة الفاتحة ، تفسير سورة الإخلاص ، تفسير سورة النصر ، الحكم الجديرة بالإذاعة من قول النبي: بعثت بالسيف بين يدي الساعة ، ذم قسوة القلب ، الرد على من اتبع غير المذاهب الأربعة ، رسالة في تعليق الطلاق بالولادة ، رسالة في فتوى هلال ذى الحجة ، رياض الأنس ، سيرة عبدالملك بن عمر بن عبدالعزيز ، شرح حديث 'إذا كنز الناس الذهب والفضة' ، شرح حديث: إن أغبط أوليائي عندي ، شرح حديث زيد بن ثابت في الدعاء 'لبيك اللهم لبيك' ، شرح حديث عمار بن ياسر 'الله يعلمك الغيب' ، غاية النفع بشرح حديث تمثيل المومن بخامة الزرع ، شرح مولدات ابن الحداد ، شرح حديث يتبع الميت ثلاث ، شرح المحرر ، شرح علل الترمذي ، صفة النار وصفة الجنة ، العلم النافع ، صدقة السر وبيان فضلها ، قاعدة غم هلال ذي الحجة ، المحجة في سير الدلجة ، مختصر سيرة عمر بن عبدالعزيز ، مختصر فيما روي عن أهل المعرفة والحقائق في معاملة الظالم السارق ، منافع الإمام أحمد ، مشكل الأحاديث الواردة في أن الطلاق الثلاث واحدة ، مكفرات الذنوب ودرجات الثواب الخير ، لطائف المعارف فيما لمواسم العام من الوظائف۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کچھ کتاب کی بابت

زیر نظر کتاب 'ربیع الاوّل: **اہمیت وجامعیت، معارف ونکات، وظائف واَعمال**' دراصل عالم عامل، عارفِ کامل، شیخ الاسلام علامہ ابن رجب حنبلی کی مایۂ ناز محققانہ کتاب 'لطائف المعارف' کے تیسرے باب کا سلیس وبامحاورہ ترجمہ ہے۔ بارہ ماہ کے فضائل، مخصوص ایام کی خصوصیات اور روز وشب کے وظائف واعمال سے متعلق بہت سے علماے اَعلام اورعرفاے حق نے وقیع وجلیل کتب تحریر فرمائی ہیں، ان میں بعض مختصر ہیں، اور بعض قدرے مفصل۔ علامہ کی تفصیلی کتاب 'لطائف المعارف' اسی سلسلۃ الذہب کی ایک زرّیں کڑی ہے۔ اس موضوع کی بیشتر کتابیں چوں کہ اس کے بہت بعد لکھی گئیں؛ اس لیے یہ کتاب ایک مرکزی ماخذ کے طور پر ہر زمانے میں اہل علم وکمال کے ہاتھوں ہاتھ رہی۔

'لطائف المعارف' اسم بامسمّٰی کتاب ہے۔ علامہ موصوف نے اس میں علم وعرفان کے ایسے اَسرار ونکات سے پردہ اُٹھایا ہے جن کی طرف عموماً توجہ نہیں ہوتی۔ گویا پوری کتاب علوم ومعارف کا ایک بحرِ زخار ہے۔ ساتھ ہی علامہ نے انداز اتنا دلچسپ رکھا ہے کہ پڑھنے کے بعد ممکن ہی نہیں کہ بندے کے اندر تقرب اِلی اللہ اور طاعت وبندگی کی للک نہ پیدا ہو، اور وہ حیاتِ مستعار کے لمحے لمحے کی قیمت وصول کرنے پر آمادہ وسرگرم نہ ہوجائے۔

اللہ کے فضل وکرم سے کتاب کے نصف سے زیادہ حصے کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے، بقیہ حصوں پر بھی حسب فرصت وتوفیق گاہے بگاہے کام جاری ہے۔ اس بیچ ایک روز خیال آیا کہ پورے ترجمہ کی یک بارگی تصحیح کرانے سے بہتر ہے کہ جستہ جستہ اسے مرحلہ تصحیح وتصویب سے گزارا جائے۔ چنانچہ جب کتاب کے ایک معتد بہ حصے کا ترجمہ ہوگیا تو اپنی دیرینہ روایت کے مطابق اسے لے کر بغرضِ تصحیح مرشد گرامی حضرت علامہ مفتی محمد عبدالمبین نعمانی صاحب قبلہ دامت برکاتہم العالیہ کی بارگاہ میں پہنچا۔ آپ نے کتاب دیکھنے کے بعد اُس کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تحسین واقعی فرمائی اور اسے اپنے موضوع پر ایک محققانہ، عارفانہ، حکیمانہ اور بے مثل کتاب قرار دیا۔

چند ماہ بعد جب افریقہ سے لوٹا اور تصحیح شدہ حصہ لینے کے لیے حضرت کے پاس پہنچا تو آپ نے فرمایا کہ مولانا! کتاب واقعی دلچسپ اور معلومات آفریں ہے؛ مگر اس کی ضخامت بہت زیادہ ہے۔ ایک ایک مہینے کا تذکرہ سوسو صفحات سے متجاوز ہے، اور نہ معلوم کب تک پورا ترجمہ مکمل ہوگا؛ اس لیے میری تو رائے یہ ہے کہ اِفادۂ عامہ کی غرض سے ہر ہر ماہ کو الگ کتابی شکل دے دینا چاہیے؛ تا کہ جیب وخاطر پر بار بنے بغیر وہ ہر باذوق قاری کے مطالعے کی میز تک رسائی پا سکے؛ نیز اس سے اہل علم کو کچھ اندازہ بھی ہو جائے گا کہ 'لطائف المعارف' اپنے اندر واقعی کیا کچھ اَسرار و معارف اور لطائف و کمالات رکھتی ہے۔

حضرت کا مشورہ نہایت قیمتی اور برمحل تھا؛ اس لیے تعمیل حکم میں کسی تاخیر کو راہ دیے بغیر 'ربیع الاوّل' والے حصے کو مرحلہ طباعت سے گزارنے کے لائق بنا دیا گیا۔ اس سے قبل حضرت ہی کے مشورے سے نئے سال ۱۴۴۰ھ کی آمد پر کتاب کے اوّلین باب محرم الحرام کے اعمال و وظائف کو پیش کرنے کی سعادت حاصل ہوئی تھی، جسے اہل علم وکمال نے پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور اس انفرادی پیش کش کی تحسین فرمائی۔

ربیع الاوّل کا مہینہ ہر چند کہ میلادِ رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے شہرۂ آفاق ہے، اور یقیناً یہی اس کا مایۂ امتیاز واختصاص ہے؛ لیکن اس مبارک مہینے کے اندر کچھ دیگر معارف ونکات بھی ہیں، جن کی طرف عموماً ہمہ وشمہ کی توجہ نہیں ہو پاتی؛ تاہم مصنف علام نے کھوج کھوج کر اس ماہ کے عجائب وغرائب اور حقائق ومعارف سے پردہ اُٹھانے کی جوسعی مشکور کی ہے وہ درحقیقت انھیں کا حصہ ہے۔ کتاب نکتہ رسی، لطائف بیانی، اور معارف آفرینی سے بھری پڑی ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ ربیع الاوّل کے تعلق سے یہ کتاب علم وعرفان کے بہت سے نئے اَبواب وا کرے گی، اور قارئین کے لیے اس میں دلچسپی کا بہت کچھ سامان ہوگا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ماہ ربیع الاوّل کی اہمیت واِنفرادیت

ماہِ ربیع الاوّل اِسلامی تقویم کا تیسرا اور اِنسانی تاریخ کا عظیم ترین مہینہ ہے۔ اہل علم فرماتے ہیں کہ جس طرح ماہِ رمضان المبارک کو اللہ سبحانہ وتعالی نے قرآن حکیم کی عظمت و شان کے طفیل دیگر مہینوں پر اِنفرادیت و اِمتیاز عطا فرمایا ہے، اسی طرح ماہ ربیع الاوّل کے امتیاز اور شانِ علو کی وجہ بھی اس میں صاحب قرآن کی تشریف آوری ہے۔ یہ ماہِ مبارک بلاشبہہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت با سعادت کے صدقے ایک انفرادی حیثیت کے ساتھ سال کے جملہ مہینوں پر نمایاں فضیلت اور اِمتیاز کا حامل ہے۔

تکوینی لحاظ سے بعض مہینے، چند اَیام اور کچھ لمحات ایک خاص قسم کے تقدس کے مالک ہوتے ہیں۔ ماہِ ربیع الاوّل بھی ان میں سے ایک ہے۔ اس کی ایک وجہِ تسمیہ یہ ہے کہ جب اِبتدا میں اس کا نام رکھا گیا تو اس وقت موسم ربیع یعنی بہار کا آغاز تھا۔ مگر اولیاے الٰہی' مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ کی ولادت باسعادت کی وجہ سے اس مہینے کو ربیع اور 'بہار' کا نام دیتے ہیں، کہ اسی ذاتِ مقدس کی وجہ سے ہر طرح کی 'سدا بہاری' قائم ہے۔ بلاشبہہ اس مہینے کی شرافت وکرامت دیگر تمام مہینوں سے بڑھ کر ہے، بلکہ یہ مہینہ درحقیقت دیگر مہینوں کے لیے 'بہار' ہے؛ کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا نورانی وجود' منبع فیوض وبرکات بن کر اس میں ظہور پذیر ہوا۔

پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ماہِ ربیع الاوّل دوشنبہ کو پیدا ہوئے۔ ربیع الاوّل دوشنبہ کو آپ نے اعلان نبوت فرمایا۔ اسی دن ماہ ربیع الاوّل میں آپ نے ہجرت فرمائی، اور ربیع الاوّل ہی میں دوشنبہ کو آپ نے پردہ فرمایا۔ (دلائل النبوۃ، ابونعیم، رقم الحدیث: ۹۱)

یہ سب کچھ ربیع الاوّل میں واقع ہونے کی بڑی حکمتیں ہیں کہ جب موسم بہار آتا ہے تو مردہ زمین زندہ ہوجاتی ہے۔ سوکھے درخت پھر سے ہرے بھرے اور تروتازہ ہوجاتے ہیں۔ باغ وچمن کو اپنی کھوئی ہوئی رونق حاصل ہوجاتی ہے، اور خشک زمین میں پھر سے ہریالی اُگ آتی ہے۔ اسی طرح اللہ جل مجدہ الکریم ماہ ربیع (موسم بہار) میں مصطفےٰ جانِ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیج کر گویا یہ اِشارہ فرما رہا ہے کہ اے لوگو! یہ نبی محتشم جو تم میں تشریف لا رہے ہیں —— یہ دلوں کی سوکھی کھیتیاں سرسبز وشاداب کرنے والے ہیں —— مردہ دلوں کو حیاتِ تازہ بخشنے والے ہیں —— عالم اِنسانیت کو طوقِ غلامی سے آزاد کرانے والے ہیں —— ظلم وستم کے بوجھ تلے دبے ہووں کو رہائی دلانے والے ہیں —— لوگوں کے دلوں کو محبت وسکون سے مزین کر کے حلاوتِ ایمان عطا فرمانے والے ہیں —— اور غفلت میں ڈوبے ہوئے دلوں کو یادِ الٰہی سے معمور کرنے والے ہیں۔ اَب تک تو حزن وغم کا ماحول تھا —— ایک زمانے سے اُداسی چھائی ہوئی تھی —— اور دورِ خزاں مسلط تھا؛ مگر اَب اُداسیوں کو خوشیاں عطا کرنے والے غم خوار تشریف لا چکے ہیں، اور اُن کی آمد سے ہر طرف بہار وقرار کی چاندنی بکھر چکی ہے۔

ذرا غور فرمائیں کہ وہ معاشرۂ عرب جو ظلم وبربریت کا نمونہ اور جہالت وجاہلیت کا مجموعہ تھا، جہاں ہر طرف اندھیرے کا راج تھا۔ شراب پانی کی طرح پی جاتی تھی۔ اَمیر آدمی کی بیٹی کو پیدا ہوتے ہی زندہ درگور کر دیا جاتا تھا، اور غریب کی بیٹی کو زندہ رکھا جاتا، تاکہ اُمرا کی ہوس کو پورا کر سکے۔ طاقتور کمزور پر حاوی تھا اور غلام کے ساتھ ایسا سلوک کیا جاتا کہ جسے دیکھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے۔

الغرض! جرائم وخبائث اُن کے رگ وریشے میں رچ بس گئے تھے، اور جو اپنے گھناؤنے اَعمال اور اِنسانیت سوز کرتوت کی وجہ سے بلاشبہہ اِس لائق تھے کہ انھیں صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے، اور اُن کے وجود سے دھرتی کا سینہ پاک کر دیا جائے؛ مگر اللہ جل مجدہ الکریم کو اُن بے رحموں پر رحم آ گیا اور اُن پر ایسا فیضان وکرم ہوا کہ اس نے ماہِ ربیع کی آمد پر اُن کے ہاتھوں اپنی '**رحمت تمام**' تھما دی، اور نا آشنائے رحمت قوم کو فیاض وکریم پروردگار نے '**سارے جہان کی رحمت**' اُٹھا کر اُن کی جھولی میں ڈال دی۔ اور نجات دہندۂ انسانیت، فخر آدم وبنی آدم، محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اُن میں مبعوث کر دیا۔

یومِ میلادِ مصطفےٰ' کائناتِ انسانی کا ایسا تاریخ ساز اور عظیم ترین دن ہے کہ ویسا دن

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

چرخِ کہن نے نہ کبھی دیکھا اور نہ صبح قیامت تک وہ دوبارہ دیکھ سکتا ہے؛ کیوں کہ اُس دن دست قدرت کا سب سے عظیم شاہ کار' وجود پذیر ہوا۔ آپ کا وجود بلاشبہہ اللہ کے خزانۂ نعمت میں سے سب سے عظیم وجلیل نعمت ہے۔ ہر چند کہ خداوندقدوس نے بہت سی نعمتیں زمین پر اُتاریں، اور اپنے بندوں کو عطا فرمائیں؛ مگر کہیں اس کا ذکر واِحسان نہ جتلایا؛ مگر جب اس '**نعمت کبریٰ**' کوظہور بخشا تو اس پر خصوصی اِحسان جتلایا؛ تاکہ دنیا والے اس نعمت کی قدر جانیں اور کسی طور اس کی ناقدری کے شکار ہوکر خسرالدنیا والآخرہ کے مصداق نہ بنیں۔

آج کا اِنسان اگر چاند کا سفر کر رہا ہے، تیز رفتار طیاروں سے دنوں کا سفر گھنٹوں میں طے کر رہا ہے۔فون کمپیوٹر اور انٹرنیٹ جیسی سہولتوں کو حاصل کر رہا ہے تو اس میں بھی بنیادی طور پر ماہِ ربیع میں چمکنے والے اس ماہتاب ہی کا دخل ہے۔ نبی کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِنسانی فکر وذہن کو ایسی جولانیت عطا کردی ہے کہ تسخیر کائنات کے لیے وہ آگے ہی بڑھتا چلا جارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کے ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عشق غیر فانی دولت بن چکا ہے اور مسلمان اس محبت کا بے پایاں اِظہار کرتے ہیں اور بارہ ربیع الاوّل کے موقع پر مختلف طریقے سے حسب توفیق اِظہار مسرت وفرحت کرتے ہیں، جو دراصل گوناگوں اِحسانات ونوازشات کا ہلکا سا شکرانہ ہے۔

پیغامِ ماہِ میلاد: ماہِ ربیع الاوّل جو محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا مہینہ ہے، اس کی آمد اہل اسلام کے ظاہر وباطن کی تطہیر وپاکیزگی کا ذریعہ ووسیلہ ہونا چاہیے۔ ہر سال یہ مہینہ ہمارے درمیان نمودار ہوتا ہے، اور ہم سے بیداریِ اُمت کا مطالبہ کرتا ہے، اور اِسلامی معاشرے کو اُسوۂ حسنہ کے سانچے میں ڈھلا ہوا دیکھنا چاہتا ہے؛ مگر کیا ہم نے کبھی اس کے مطالبات پر کان دھرنے کی زحمت گوارا کی! اگر نہیں، تو آیئے ہم

☆ کوشش کرکے اپنی صورت وشکل، وضع قطع کو اِسلامی تہذیب کا آئینہ بنائیں۔

☆ ہاتھ، پاؤں اور زبان سے کسی کو اَذیت نہ دیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

- ☆ کسی بھی غریب ناچار مجبور کی مقدور بھر مدد کریں۔
- ☆ مظلوم کی حمایت، اور حق کی پاسداری کریں۔
- ☆ علما وحفاظ، اور ائمہ مساجد کی عزت وتوقیر کریں۔
- ☆ تعلیم کو عام کرنے میں بھرپور حصہ لیں۔
- ☆ اچھی اور نیک باتیں بلا جھجک؛ مگر شفقت واِحترام کے ساتھ دوسروں کو بتائیں۔
- ☆ اختلاف وانتشار سے بچنے اور بچانے کی پوری کوشش کریں۔
- ☆ دینی اسلامی کتابوں کا مسلسل مطالعہ کرکے علم میں اضافہ کریں۔
- ☆ بے حیائی، بے پردگی، اور عریانیت سے اِحتراز لازم رکھیں۔
- ☆ اولاد کو دینی تعلیم دیں۔
- ☆ جہاں کہیں رہیں، جس مجلس یا سوسائٹی میں رہیں، ایک سچے مسلمان بن کر رہیں۔
- ☆ اِسلامی تعلیمات اور آداب واخلاق کی عملی وزبانی تبلیغ میں کسی قسم کی ہچکچاہٹ محسوس نہ کریں۔
- ☆ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکی ومدنی زندگی ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں، ان شاء اللہ مسائل ومشکلات کے حل اور برکاتِ دین ودنیا کے حصول میں اسے تیر بہدف پائیں گے۔

اللہ جل مجدہ الکریم کی بارگاہ میں عاجزانہ التجا ہے کہ وہ اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ہماری دنیا وآخرت کو بہترین کردے۔ اور ایسے اعمال کی انجام دہی کی توفیق ہمارے رفیق حال کردے جس سے اس کی اور اس کے پیارے محبوب کی رضا وخوشنودی حاصل ہوجائے۔ نیز یہ کتاب مصنف، مترجم اور ناشر سب کے لیے توشۂ آخرت بنے۔ آمین بجاہ سید الانبیاء والمرسلین علیہ وعلیٰ آلہ اکرم الصلوٰۃ وافضل التسلیم

عاصی وخاطی

محمد افروز قادری چریاکوٹی

جمعہ، ۲۱ر ذی الحجہ ۱۴۳۹ھ...... یکم ر ستمبر ۲۰۱۸ء

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ماہِ ربیع الاوّل کے وظائف واَعمال

یہ چند مجالس پر مشتمل ہے۔

پہلی مجلس

میلادِ رسول اکرم ﷺ کے بیان میں

تخلیق آدم سے قبل نبوتِ محمدی کا وجود: امام احمد بن حنبل نے حضرت عرباض بن ساریہ السلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إنی عند اللّٰه فی أم الکتاب لخاتم النبیین، وإن آدم لمنجدل فی طینته، وسوف أنبئکم بتأویل ذلک: دعوة أبی إبراهیم، وبشارة عیسیٰ قومَه، ورؤیا أمی التی رأت أنه خرج منها نور أضات له قصورُ الشام، وکذلک أمهات النبیین یرین .(۱)

یعنی میں اللہ کے نزدیک اُم الکتاب میں اس وقت بھی خاتم النبیین تھا جب کہ ابھی آدم اپنے مٹی کے خمیر میں گندھے ہوئے تھے۔ اور میں عنقریب تم سے اس کا

(۱) مسند احمد بن حنبل: ۴/۱۲۷، ۱۲۸......صحیح ابن حبان، رقم: ۲۰۹۳......شرح السنۃ بغوی: ۱۳/۲۰۷۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

راز بیان کروں گا: میں (دراصل) اپنے باپ ابراہیم کی دعا ہوں۔ میں عیسیٰ کی بشارت ہوں جو انھوں نے اپنی قوم کو دی تھی اور میں اپنی والدہ کا وہ خواب ہوں جو انھوں نے دیکھا تھا کہ ان سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے اوراسی طرح کی چیزیں نبیوں کی مائیں بھی دیکھتی رہیں۔

امام حاکم نے اس کی تخریج کرتے ہوئے اس کی سند کو حسن قرار دیا ہے۔ کچھ دیگر مرسل روایتیں اسی معنی میں حضرت ابوامامہ باہلی سے بھی آرہی ہیں۔

اس حدیث پاک کا مفاد یہ ہے کہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اس وقت بھی مذکور ومعروف تھی جب ابھی آپ پیدا بھی نہ ہوئے تھے، اور عالم بشری میں بحالت حیات بھیجے نہ گئے تھے، لیکن اُم الکتاب میں آپ کی نبوت ثابت تھی، اور حضرت آدم کا حال یہ تھا کہ ابھی ان میں روح بھی نہ پھونکی گئی تھی۔

اُم الکتاب کیا ہے؟ حدیث میں مذکور لفظ 'اُمّ الکتاب' کی تشریح وتفسیر لوحِ محفوظ اور ذکر کے ساتھ کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يَمۡحُو اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثۡبِتُ وَعِنۡدَهٗۤ اُمُّ الۡكِتٰبِ . (سورۂ رعد:۱۳/۳۹)

اللہ جس (لکھے ہوئے) کو چاہتا ہے مٹا دیتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) ثبت فرما دیتا ہے، اوراسی کے پاس اصل کتاب (لوحِ محفوظ) ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی کہ انھوں نے حضرت کعب احبار سے اُم الکتاب کی بابت اِستفسار کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے علم میں یہ بات تھی کہ وہ کیا کیا چیزیں پیدا فرمائے گا اوراس کی مخلوق کیا کیا کرے گی؛ چنانچہ اس نے اپنے اس علم سے کہا کہ کتاب بن جا تو وہ ایک کتاب بن گئی۔

اس میں کوئی دورائے نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا علم قدیم اور اَزلی ہے، اسے اس بات کا خوب پتا ہے کہ اس کو اپنی مخلوقات پیدا کرنا ہے، پھر اسے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پیدائش سے پہلے اپنے پاس ایک کتاب میں لکھ لیا۔ جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے :

مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَٰبٍ مِّن قَبْلِ أَن نَّبْرَأَهَا إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ . (سورۂ حدید: ۵۷/۲۲)

کوئی بھی مصیبت نہ تو زمین میں پہنچتی ہے اور نہ تمہاری زندگیوں میں؛ مگر وہ ایک کتاب میں (یعنی لوحِ محفوظ میں جو اللہ کے علمِ قدیم کا مرتبہ ہے) اس سے قبل کہ ہم اسے پیدا کریں (موجود) ہوتی ہے، بیشک یہ (علمِ محیط و کامل) اللہ پر بہت ہی آسان ہے۔

صحیح بخاری میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

'اللہ تعالیٰ تھا اس سے پہلے کوئی شے نہ تھی۔ اس کا عرش پانی پر تھا، اور ہر شے کو اس نے ذکر میں لکھ دیا، پھر آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق فرمائی'۔(۱)

صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی کہ سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

'اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زمین وآسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے مخلوقات کی تقدیریں تحریر فرمادیں، اور اس وقت اس کا عرش پانی پر تھا'۔(۲)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جو کچھ اس 'ذکر' میں لکھا وہی 'اُم الکتاب' ہے کہ محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں، اور اس وقت مخلوقات مرتبہ علم سے مرتبہ کتابت کی طرف منتقل ہوگئی جو وجودِ خارجی کی اَنواع میں سے ایک نوع ہے۔ چنانچہ حضرت سعید بن راشد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطا سے پوچھا کہ کیا حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی پیدائش سے بھی پہلے نبی تھے تو

---

(۱) صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۱۹۱۔

(۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۶۵۳......سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۲۱۵۶۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انھوں نے فرمایا: ہاں! خدا کی قسم، وہ دنیا کی تخلیق سے دو ہزار سال قبل بھی نبی تھے۔ اس بات کو حضرت ابوبکر آجری (م۳۶۰ھ) نے 'کتاب الشریعہ' میں نقل فرمایا ہے۔ نیز حضرت عطا نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ یہاں عطا سے مراد حضرت عطا خراسانی ہوں گے۔

اس سے یہ اِشارہ ملتا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اُم الکتاب میں لکھا ہوا ہونا تقدیروں کے مقدر کیے جانے کے وقت سے ہے اور حدیث مبارک میں آپ نے فرمایا کہ 'میں اللہ کے نزدیک اُم الکتاب میں (اس وقت بھی) خاتم النبیین تھا جب کہ ابھی آدم گندھی ہوئی مٹی میں تھے' اس سے یہ مراد نہیں ہوسکتا کہ وہ اس وقت اُم الکتاب میں خاتم النبیین لکھے گئے تھے بلکہ مراد اس بات کی خبر دینا ہے کہ حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُم الکتاب میں مکتوب تھے جب کہ آدم علیہ السلام کے اندر ابھی روح بھی نہ پھونکی گئی تھی۔ ہاں! نوعِ انسانی میں اُن کی پیدایش سب سے پہلے ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

نیز ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ اس حالت میں آپ کے لیے نبوت واجب (ثابت) ہوچکی تھی۔ اور یہ تیسرا مرتبہ ہے، یعنی مرتبۂ علم اور مرتبۂ کتابت سے مرتبۂ وجودِ عینی خارجی کی طرف منتقل ہونا۔ پھر سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت آدم کی پشت سے نکالا گیا اور نبوت سونپی گئی؛ لہٰذا آپ کی نبوت خارج میں موجود ہوئی، ہر چند کہ وہ اُم الکتاب میں پہلے سے لکھی ہوئی تھی۔

حضرت میسرۃ الفجر رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں آیا ہے کہ 'میں نے ایک روز بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کب سے نبی ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: (میں اس وقت سے نبی ہوں کہ) جب ابھی حضرت آدم روح اور جسم کے درمیان تھے'۔(۱)

امام احمد و حاکم نے اسے نقل کیا ہے۔

(۱) مسند احمد:۵/۵۹......حاکم مستدرک:۲/۶۰۸......السنۃ لابن ابی عاصم، رقم الحدیث:۴۱۰۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

امام احمد حضرت مُہنّا (بن یحییٰ شامی) کی ایک روایت میں فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے اُن سے یوں روایت کیا ہے: 'یارسول اللہ! آپ کو نبی کب لکھا گیا'؟ اب اگر اس روایت کو صحیح تسلیم کیا جائے تو اس کو حضرت عرباض بن ساریہ کی حدیث سے ملا کر محمول کیا جائے گا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت، اس کا ثبوت اور اس کا ظہور خارج میں واجب ہوا؛ کیوں کہ کتابت کا اِستعمال ان چیزوں میں ہوتا ہے جو واجب ہوں یا تو شرعی اِعتبار سے جیسا کہ ارشاد رب العزت ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ. (سورۂ بقرہ:۲/۱۸۳)

تم پر روزے فرض کیے گئے۔

یا تقدیر کے لحاظ سے واجب ہو جیسا کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

كَتَبَ اللّٰهُ لَأَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ. (سورۂ مجادلہ:۵۸/۲۱)

اللہ نے لکھ دیا ہے کہ یقیناً میں اور میرے رسول ضرور غالب ہو کر رہیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز بارگاہِ رسالت میں عرض کیا گیا: یارسول اللہ! آپ کے لیے نبوت کب سے ثابت ہے؟ تو آپ نے فرمایا: 'جب کہ آدم روح اور جسم کے درمیان تھے'۔(۱)

اس حدیث کو امام ترمذی نے نقل کر کے اس کی سند کو حسن اور ایک دوسرے نسخے میں صحیح قرار دیا ہے۔ حاکم نے بھی یہ روایت ذکر کی ہے۔

ابن سعد' جابر جعفی سے اور وہ حضرت شعبی (م ۱۰۵ھ) سے روایت کرتے ہیں کہ 'ایک آدمی نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! آپ کو نبی کب بنایا گیا؟ تو آپ نے فرمایا: جب کہ ابھی آدم روح اور جسم کے درمیان تھے۔ اس وقت مجھ سے عہد لیا گیا'۔(۲)

(۱) سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۶۰۹ ...... مستدرک حاکم: ۲/۶۰۹ ...... اخبار اصبہان: ۲/۲۲۶۔

(۲) طبقاتِ کبریٰ، ابن سعد: ۱/۱۴۸ ...... مجمع الزوائد: ۸/۲۲۳۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس روایت سے یوں معلوم ہورہا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے نکال کر نبوت دی گئی اور اسی وقت عہد لیا گیا؛ تاہم اس سے یہ اِحتمال لازم آتا ہے کہ یہ اس بات پر دلیل ہو کہ حضرت آدم کی اولاد کو ان کی پشت سے نکالنا اوران سے عہد کا لینا حضرت آدم علیہ السلام میں روح پھونکنے سے قبل کا واقعہ ہو، جب کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وغیرہ سے بھی اس قسم کی روایت آرہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان بھی بظاہر اس پر دلالت کررہا ہے :

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰئِكَةِ اسْجُدُوْا لآدَمَ .

(سورۂ اعراف: ۷/۱۱)

اور بیشک ہم نے تمہیں (یعنی تمہاری اصل کو) پیدا کیا پھر تمہاری صورت گری کی، پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے حضرت مجاہد (م ۱۰۲ھ) وغیرہ نے لکھا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی ذرّیت کو ان کی پشت سے نکالا گیا جب کہ ابھی فرشتوں کو سجدے کا حکم بھی نہ ہوا تھا؛ لیکن اکثریت سے اَسلاف اس بات کی طرف گئے ہیں کہ اولادِ آدم کو ان میں روح پھونکنے کے بعد نکالا گیا۔ اور کثرت سے احادیث اسی موقف کی موید ہیں۔

حضور باعث تخلیق کائنات ہیں: چنانچہ اَب یہ احتمال ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان میں روح پھونکنے سے پہلے صرف سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تخصیص ہو؛ کیوں کہ آپ کی ذات گرامی ہی نوعِ انسانی کی تخلیق کا مقصود و مدعا ہے اور آپ ہی بنی نوعِ انساں کا عین اور خلاصہ ہیں اور ان کے پیدا ہونے کا واسطہ و وسیلہ ہیں؛ لٰہذا یہ بعید نہیں کہ آپ کو حضرت آدم کی پیدائش اور ان میں روح پھونکے جانے سے قبل ہی ان کی پشت سے نکالا گیا ہو۔

اِسم محمد کی دھوم: روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اسم محمد کو عرش پر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لکھا دیکھا۔ اور اللہ عز وجل نے حضرت آدم سے فرمایا :

لولا محمّد ما خلقتک .

یعنی اے آدم! اگر محمد نہ ہوتے تو میں تم کو بھی پیدا نہ کرتا۔(۱)

اسے امام حاکم نے اپنی صحیح میں ذکر فرمایا ہے۔

تو پتا چلا کہ جب حضرت آدم کو مٹی کا پتلا بنایا گیا تو محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے نکال کر نبوت عطا کر دی گئی تھی اور آپ سے عہد لے لیا گیا تھا۔ پھر آپ کو واپس حضرت آدم کی پشت کی طرف لوٹا دیا گیا، یہاں تک کہ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس وقت نکالا جس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کا نکالنا مقدر فرمایا تھا۔

خلقت میں اوّل بعثت میں آخر: اس کے ثبوت میں وہ روایت پیش کی جاسکتی ہے جو حضرت قتادہ (م ۱۱۸ھ) سے آرہی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

كنت أوَّل النبيين في الخلق و آخرهم في البعث .

یعنی میں پیدائش میں سارے نبیوں سے پہلے ہوں اور مبعوث ہونے میں سب سے آخر میں ہوں۔

نیز ایک روایت میں ہے کہ 'میں پیدائش کے اعتبار سے تمام مخلوقات سے پہلے ہوں'۔ ابن سعد وغیرہ نے اسے ذکر کیا ہے۔ امام طبرانی نے حضرت قتادہ سے، انھوں نے حسن سے اور انھوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ اور مرسل اشبہ ہے۔ اور اس روایت میں جو حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے ہے مرسل ہے، پھر یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی :

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوحٍ وَإِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ . (سورۂ احزاب:۳۳/۷)

(۱) مستدرک حاکم:۲/۶۱۵، وقال: ہٰذا حدیث صحیح الاسناد۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور (اے حبیب! یاد کیجیے) جب ہم نے انبیا سے ان (کی تبلیغِ رسالت) کا عہد لیا، اور (خصوصاً) آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ ابن مریم (علیہم السلام) سے۔

اس آیت کریمہ میں اِبتدا تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہوئی ہے۔ پھر حضرت نوح کا ذکر ہوا، حالاں کہ وہ سب سے پہلے رسول ہیں۔ چنانچہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدایش کے لحاظ سب سے پہلے رسول ہیں اور دنیا میں بھیجے جانے کے اعتبار سے آخر رسول ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی جب صورت بنائی گئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی پشت سے نکال کر شرفِ نبوت سے نوازا گیا اور آپ سے عہد لیا گیا، پھر آپ کو واپس ان کی پشت کی طرف لوٹا دیا گیا۔

اوّل النبیّین و خاتم النبیّین: مذکورہ روایتوں کو مدنظر رکھ کر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت آدم کی پیدایش رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدایش سے پہلے معلوم ہو رہی ہے۔ وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم میں اس وقت روح نہیں پھونکی گئی تھی اور ان میں زندگی نہ تھی، جب کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی پشت سے نکالا گیا تو اس وقت آپ حالت حیات میں تھے۔ آپ کو نبوت دی گئی اور عہد لیا گیا؛ لہٰذا آپ ہی تخلیق کے اِعتبار سے اوّل النبیین ہیں۔ اور دنیا میں مبعوث ہونے کے لحاظ سے خاتم النبیین یوں ہیں کہ آپ کا زمانہ سارے نبیوں سے اخیر میں ہے۔

پھر آپ مقفّی بھی ہیں اور عاقب بھی، اور دونوں کا مطلب یہی ہے کہ جو نبیوں کے پیچھے آئے اور ان سب کے بعد مبعوث ہو۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلٰكِن رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ. (سورۂ احزاب: ۳۳/۴۰)

محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں؛

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور سب اَنبیا کے آخر میں (سلسلۂ نبوت ختم کرنے والے) ہیں۔

قصرِرسالت کی آخری اِینٹ: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مثلي ومثل الأنبياء كمثل رجلٍ بنى داراً فأكملها وأحسنها، إلا موضع لبنةٍ، فجعل الناس يدخلونها ويعجبون منها ويقولون: لولا موضع اللبنة .

–زاد مسلم– قال: فجئت فختمت الأنبياء .

یعنی میری اور دیگرانبیا کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کسی آدمی نے کوئی گھر بنایا، اوراس کے جمال وکمال میں کوئی کمی نہیں چھوڑی، بس ایک اینٹ کی جگہ رہنے دی۔ تو جب لوگ اس میں داخل ہوتے ہیں تو اسے دیکھ کر محوِ حیرت ہوجاتے ہیں اور یہ کہے بغیر نہیں رہتے کہ کاش! اس ایک اینٹ کی جگہ بھی پوری کردی گئی ہوتی!۔

امام مسلم نے اتنا اضافہ کیا ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: پھر میں نے آکر نبیوں کا سلسلہ ختم کردیا۔(۱)

صحیحین ہی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اسی معنی میں ایک روایت یوں آئی ہے کہ حضور رحمت عالم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ 'لوگ اس (خوبصورت محل) کے گردا گرد چکر لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اینٹ کیوں نہیں رکھی گئی، تو میں ہی دراصل وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں'۔(۲)

(۱) صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۵۳۴......صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۲۸۷۔
(۲) صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۵۳۵......صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۲۸۶۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نبی پیدائشی ہوا کرتا ہے: امام احمد نے حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے متذکرہ بالا حدیث سے یہ اِستدلال کیا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روزِ اوّل سے نورِ توحید سے مزین رہے۔ جس نے اس کے علاوہ کوئی بات کہی امام احمد نے اس کا شدید رد فرمایا ہے۔ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ امام احمد نے اس سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہی نبی ہوئے تھے؛ کیوں کہ آپ کی نبوت اس وقت سے ثابت ہے جب کہ آپ سے عہد لیا گیا تھا اور جب کہ آپ کو حضرت آدم کی پشت سے نکالا گیا تھا تو آپ اس وقت بھی نبی تھے، اگر چہ آپ کا دنیا میں آنا اس کے بہت دیر بعد ہوا، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس سے پہلے آپ نبی نہ تھے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے کسی کو کسی جگہ کی ولایت (گورنری) دی جائے اور اس کو زمانۂ مستقبل میں وہاں تصرف کی اجازت دے دی جائے، تو اس طرح اس کے لیے ولایت اسی وقت سے ثابت ہوگئی جب اس کو ولایت دی گئی؛ لیکن اس کا تصرف ذرا دیر سے ہوگا جب اس کا وقت آئے گا۔

کیا حضور ﷺ اپنی قوم کے دین پر تھے!؟ حضرت حنبل (م۲۷۳ھ) فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ یعنی امام احمد سے پوچھا کہ کیا کوئی ایسا بھی سوچ سکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہونے سے قبل اپنی قوم کے دین پر تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا: اگر کسی نے ایسا سوچا تو بہت ہی برا سوچا، اور ایسا سوچنے والے کو چاہیے کہ ایسا سوچنا چھوڑ دے۔ ایسے شخص کے ساتھ اٹھک بیٹھک نہیں رکھنی چاہیے۔

میں نے عرض کی کہ میرے ایک پڑوسی ہیں، جو ابوالعباس کا نام لے کر یہ کہتے ہیں کہ یہ ان کا قول ہے۔ تو امام احمد نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ اس کو ہلاک کرے۔ اگر معاملہ ایسا ہے تو پھر کیا باقی رہ جاتا ہے۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی قوم کے دین پر مانا جاسکتا ہے، جن لوگوں کا حال یہ تھا کہ وہ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ حالاں کہ اللہ جل مجدہ الکریم نے حضرت عیسیٰ کی زبانی خبر دیتے ہوئے فرمایا ہے:

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وَ مُبَشِّراً بِرَسُوْلٍ یَّأْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ۔ (سورۂ صف: ۶/۶۱)

اور اس رسولِ (معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی (آمد آمد) کی بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لا رہے ہیں جن کا نام **احمد** ہے۔

میں نے عرض کی کہ اس کا یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت خدیجہ عہد جاہلیت پر تھیں، اور اسی حال میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا تھا۔ امام احمد نے فرمایا: میں اماں خدیجہ کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا، بس اتنا جانتا ہوں کہ وہ عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی ہیں۔ پھر آگے فرمایا کہ (مجھے سمجھ نہیں آتی) لوگوں کو ایسی باتیں کہنے میں کیا مزہ ملتا ہے!۔ یہ باتونی لوگ ہیں، اور بات فروش کبھی ظفریاب نہیں ہوتا۔ ایسی باتوں سے اللہ کی پناہ۔ پھر انھوں نے اس سلسلے میں مزید نکات ارشاد فرمائے جسے میرا ذہن محفوظ نہ رکھ سکا۔

ہاں! ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ ولادتِ نبوی کے وقت آپ کی والدہ نے ایسا نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے تھے۔ تو کیا یہ اس بات کی علامت نہیں ہے کہ نبوت پہلے سے مل چکی تھی اور آپ نبی مبعوث ہونے سے قبل بتوں کی آلودگی سے پاک ومنزہ تھے!۔ کیا آپ کے اندر یہ بات نہ تھی کہ آپ تھان پر ذبح شدہ جانور نہ کھاتے تھے!!۔ پھر انھوں نے فرمایا: ایسی باتوں سے بچو؛ کیوں کہ ایسی باتیں کرنے والوں کے نزدیک ان چیزوں سے کبھی خیر مقصود نہیں ہوتی۔ یہ روایت ابوبکر بن عزیز بن جعفر (م ۳۶۳ھ) نے 'کتاب السنہ' میں ذکر کی ہے۔

امام احمد کی مراد یہ ہے کہ تمام انبیا کو جو تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت ملی تھی اور جو آپ کی ولادت کے وقت نشانیاں دیکھی گئیں، ان سے اس بات پر استدلال کیا جاتا ہے کہ آپ اپنے دنیا میں تشریف لانے اور پیدائش سے پہلے نبوت سے سرفراز ہو چکے تھے، یہی وہ بات ہے جس پر حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ کی حدیث دلالت کررہی ہے، جس میں یہ بات موجود ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت اس وقت بھی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ثابت تھی جب کہ آدم علیہ السلام ابھی گندھی ہوئی مٹی میں تھے، اور ابھی ان میں روح نہ پھونکی گئی تھی۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جس وقت دنیا میں بھیجا گیا تو اس بارے میں آپ کے تین شرف حدیث میں ذکر کیے گئے ہیں جس کی بابت کچھ اشارہ تو حدیث عرباض میں گزرا، بقیہ نکات عنقریب بیان کیے جائیں گے۔

دعائے براہیمی نبوتِ مصطفیٰ کی دلیل اوّل:

مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی پہلی دلیل اور نبوت کا پہلا شرف حضرت اِبراہیم علیہ السلام کی دعا ہے جو انھوں نے اور ان کے صاحب زادے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کے بعد کی تھی، جسے قرآن نے یوں بیان فرمایا ہے :

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّکَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ، رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَکَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّکَ وَأَرِنَا مَنَاسِکَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّکَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ، رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيَاتِکَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَةَ وَيُزَکِّيْهِمْ إِنَّکَ أَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَکِيْمُ . (سورۂ بقرہ:۲/۱۲۷تا۱۲۹)

اے ہمارے رب! تو ہم سے (یہ خدمت) قبول فرمالے، بیشک تو خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ ہمارے رب! ہم دونوں کو اپنے حکم کے سامنے جھکنے والا بنا اور ہماری اولاد سے بھی ایک امت کو خاص اپنا تابع فرمان بنا اور ہمیں ہماری عبادت (اور حج کے) قواعد بتادے اور ہم پر (رحمت و مغفرت) کی نظر فرما، بیشک تو ہی بہت توبہ قبول فرمانے والا مہربان ہے۔اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول مبعوث فرما جو ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے (کر دانائے راز بنادے) اور ان (کے نفوس

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وقلوب) کوخوب پاک صاف کردے، بیشک تو ہی غالب حکمت والا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی دعا قبول فرمالی اوراہل مکہ میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جوان اَوصاف سے مزین تھا جن کے لیے حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام نے دعا کی تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مومنین پر بہت بڑا اِحسان ہے کہ انھی صفات سے متصف رسول بھیجا جن کی دوجلیل القدر نبیوں نے دعا کی تھی۔

بعثت مصطفیٰ اہل اِیمان پراحسانِ عظیم: ایک دوسری آیت میں ارشاد ہوا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ . (سورۂ آل عمران:۳/۱۶۴)

بیشک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا اِحسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے (عظمت والا) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھیجا جوان پراس کی آیتیں پڑھتا اورانہیں پاک کرتا ہےاورانہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے،اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

ایک اورمقام پرفرمایا:

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِىْ الْأُمِّيِّيْنَ رَسُوْلاً مِّنْهُمْ يَتْلُوْ عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ، وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ . (سورۂ جمعہ:۶۲/۲تا۴)

وہی ہے جس نے اَن پڑھ لوگوں میں انہی میں سے ایک (باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کوبھیجا وہ ان پراس کی آیتیں پڑھ کرسناتے ہیں اوران (کے ظاہروباطن) کو پاک کرتے ہیں اورانہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتے ہیں،

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بیشک وہ لوگ اِن (کے تشریف لانے) سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔ اوران میں سے دوسرے لوگوں میں بھی (اِس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تزکیہ وتعلیم کے لیے بھیجا ہے) جو ابھی اِن لوگوں سے نہیں ملے (جو اس وقت موجود ہیں یعنی اِن کے بعد کے زمانہ میں آئیں گے)، اور وہ بڑا غالب بڑی حکمت والا ہے۔ یہ (یعنی اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد اور اِن کا فیض وہدایت) اللہ کا فضل ہے وہ جسے چاہتا ہے اس سے نوازتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

ساتھ ہی ساتھ یہ بات بھی معلوم ہورہی ہے کہ ان اوصاف وخصائص کا حامل کوئی دوسرا پیغمبر مکے میں محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ پہلے نہیں بھیجا گیا۔ آپ حضرت اسماعیل کی اولاد سے ہیں، جب کہ بنی اسرائیل کے انبیا حضرت اسحٰق کی نسل سے ہوئے۔ اللہ جل مجدہ نے آپ کو بطورِ رسول بھیج کر اہل ایمان پر جو احسانِ عظیم کیا ہے اس کا ذکر پاک پروردگار نے خود کلام مقدس میں فرمایا ہے۔ بلاشبہہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت سے بڑھ کر مومنین کے حق میں کوئی بھی نعمت بڑی نہیں ہوسکتی، جنھوں نے حق کی طرف رہ نمائی فرمائی اور اہل ایمان کو صراطِ مستقیم پر گامزن فرمایا۔

اُمیّین سے کیا مراد ہے؟ مذکورہ آیت میں اُمیین سے مراد اہل عرب ہیں۔ اور اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ نعمت بڑی ہی عظیم ترین ہے کہ اہل عرب اُمی تھے، ان کے پاس کوئی کتاب نہ تھی اور نبوت کے آثار میں سے ان کے پاس کوئی نام ونشان نہ تھا جیسا کہ اہل کتاب کے پاس کتاب بھی تھی اور نشانیاں بھی۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اہل عرب کے پاس کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیج کر بڑا اِحسان فرمایا ہے کہ تمام اُمتوں سے افضل اور تمام اُمتوں سے بڑھ کر عالم قرار پائے، نیز پچھلی اُمتوں کی گمراہی کو بھی پہچان لیا۔

اہل عرب کے اُمی ہونے میں دو فائدے ہیں: **پہلا فائدہ** یہ ہے کہ جس طرح اہل عرب اُمی تھے تو ان میں نبی بھی اللہ تعالیٰ نے اُمی ہی بھیجا کہ آپ نے نہ کوئی کتاب پڑھی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تھی، اور نہ اپنے دست مبارک سے کوئی چیز لکھتے تھے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوْ مِنْ قَبْلِهٖ مِنْ كِتَابٍ وَّلَا تَخُطُّهٗ بِيَمِيْنِكَ . (سورۃ العنکبوت:۲۹/۴۸)

اور (اے حبیب!) اس سے پہلے آپ کوئی کتاب نہیں پڑھا کرتے تھے، اور نہ ہی آپ اسے اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔

اور نہ کبھی مکہ معظّمہ سے باہر تشریف لے جا کر کسی کے ہاں ٹھہرے تھے کہ یہ گمان ہوتا کہ وہاں سے کچھ سیکھ کر آئے ہیں بلکہ اُمی قوم کے درمیان ہمیشہ اُمی رہے، (منشائے خداوندی کے تحت) لکھنے پڑھنے سے سروکار نہ رکھا، یہاں تک کہ آپ کی حیاتِ طیبہ کے چالیس سال مکمل ہوگئے، پھر آپ کو کتابِ مبین یعنی قرآن مجید عطا کی گئی۔

ہمارا یہ دین بلاشبہہ بڑا مضبوط اور ہماری شریعت بڑی مستحکم ہے، اس کا اعتراف دنیا کے ماہرین نے بھی کیا اور دیکھنے والوں نے یہ کہے بغیر کوئی چارہ نہ پایا کہ اس کائنات میں اس سے بڑھ کر کوئی ناموسِ اعظم (اور شریعت وقانون) نہ آیا۔ یہ بہت بڑی دلیل ہے آپ کی سچائی پر۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس میں اس بات پر تنبیہ ہے کہ جن لوگوں میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھیجا گیا وہ باوجود اُمی ہونے کے آپ کے نسب، آپ کے شرف، آپ کی صداقت، آپ کی امانت، اور آپ کی عفت کو اچھی طرح جانتے تھے اور یہ چیزیں ان میں بہت مشہور تھیں۔ آپ کو کوئی ہرگز جھوٹا نہیں کہہ سکتا تھا تو جو انسان کبھی لوگوں پر جھوٹ نہ بولے تو وہ اللہ تعالیٰ پر اِفترا کیسے کرسکتا ہے، یہ بالکل غلط ہے، یہی وجہ ہے کہ ہرقل آپ کے اَوصاف کے بارے میں پوچھ کر آپ کی نبوت اور سچائی کا قائل ہوگیا تھا۔

قرآن کی عقلی ونقلی صداقت: اللہ تعالیٰ کا ارشادِ ہدایت بنیاد ہے: يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ یعنی ان کو نازل کردہ آیات پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں جسے قرآن مجید کہا جاتا ہے۔ قرآن صحف سماویہ میں سب سے بڑا صحیفہ ہے، جس میں علوم، حکم، مواعظ، قصص، ترغیب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وترہیب، اَخبارِ ماضیہ، بعث بعد الموت، حشر ونشر، اور جنت ودوزخ کی خبریں ہیں۔

قرآن حکیم کے علاوہ ایسی کوئی کتاب نہیں جس میں یہ تمام باتیں بتمام وکمال موجود ہوں یہاں تک کہ بعض علما نے اس بات کا اِعتراف کرتے ہوئے کہا کہ اگر یہ کتاب صحرا میں پڑی ہوئی پائی جاتی اور یہ معلوم نہ ہوتا کہ کس نے یہاں رکھی ہے، پھر بھی صحیح سوچ رکھنے والی عقلیں اس بات کی گواہی دیتیں کہ یہ کتاب اللہ جل مجدہ کی طرف سے نازل فرمودہ ہے۔

کسی اِنسان کے بس میں نہیں کہ ایسی کتاب پیش کر سکے، اور آج اس کی سچائی میں کوئی شک ہی نہیں رہا، جب کہ یہ مخلوق میں سے سب سے سچے، نیک، اور متقی انسان کی طرف سے لوگوں کو سنائی جاتی ہے اور وہ اپنی زبان مبارک سے بتا رہے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور تمام دنیا والوں کو پکار پکار کر کہا جا رہا ہے اس کی طرح کوئی سورت بنالاؤ لیکن آج تک کوئی قرآن مجید کی سورتوں جیسی سورت نہ بنا سکا؛ لہٰذا اس کے کتاب اللہ ہونے میں کوئی شک باقی نہ رہا۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے :

ذٰلِکَ الْکِتٰبُ لاَ رَیْبَ فِیْہِ . (سورۂ بقرہ:۲/۲)

(یہ) وہ عظیم کتاب ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں۔

اور فرمایا :

أَوَ لَمْ یَکْفِهِمْ أَنَّآ أَنزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ . (سورۂ عنکبوت:۲۹/۵۱)

کیا ان کے لیے یہ (نشانی) کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر (وہ) کتاب نازل فرمائی ہے جو اُن پر پڑھی جاتی ہے (یا ہمیشہ پڑھی جاتی رہے گی)۔

اگر مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی پر دلالت کرنے کے لیے (قرآن کے علاوہ) دیگر معجزات نہ بھی ہوتے، تب بھی صرف قرآن آپ کی سچائی کے ثبوت کے طور

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پر کافی ہوتا!۔ جب کہ آپ کے زمینی اور آسمانی معجزات تعداد میں اتنے زیادہ ہیں کہ جنھیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

تزکیۂ نفس اصل کامیابی ہے: پچھلی آیت میں مذکور 'وَیُزَکِّیْھِمْ' کا مطلب یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ ومومنین کے قلوب کا تزکیہ وتطہیر فرماتے ہیں۔ انھیں شرک کی آلودگیوں اور فسق وفجور کی غلاظتوں سے پاک کرتے ہیں؛ کیوں کہ نفوس کا تزکیہ اسی وقت ہوسکتا ہے جب کہ ان کو گندگیوں سے پاک کیا جائے۔ چنانچہ جس کے نفس کا تزکیہ ہوگیا بلاشبہہ وہ فلاح پا گیا۔ اِرشادِ رب العزت ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا ۔ (سورۂ شمس: ۹۱/۹)

بیشک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو (رذائل سے) پاک کرلیا۔

اور فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَکّٰی ۔ (سورۂ اعلیٰ: ۸۷/۱۴)

بے شک وہی بامراد ہوا جو (نفس کی آفتوں اور گناہ کی آلودگیوں سے) پاک ہوگیا۔

پھر فرمایا: 'وَیُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ' تو یہاں کتاب سے مراد قرآن مجید ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے الفاظ کی تلاوت وقراءت سکھاتے ہیں۔ اور حکمت سے قرآن کے معانی ونکات اور ان پر عمل کرنا مراد ہے۔ لہٰذا محض کتاب اللہ کے کلمات کی تلاوت کرلینا اور ان کے معانی سے بے بہرہ رہنا، نیز ان کے مقتضیات پر عمل پیرا نہ ہونا کفایت نہیں کرتا۔ ہاں! جس نے یہ تمام چیزیں پالیں گویا اسے حکمت مل گئی۔ اسی تناظر میں ارشادِ رب العزت ہے:

یُؤْتِی الْحِکْمَۃَ مَنْ یَّشَآءُ وَمَنْ یُّؤْتَ الْحِکْمَۃَ فَقَدْ اُوْتِیَ خَیْرًا کَثِیْرًا ۔ (سورۂ بقرہ: ۲/۲۶۹)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(اللہ) جسے چاہتا ہے دانائی عطا فرما دیتا ہے، اور جسے (حکمت و) دانائی عطا کی گئی، اسے بہت بڑی بھلائی نصیب ہوگئی۔

اربابِ علم اور اصحابِ حکمت میں فرق: حضرت فضیل (م ۱۸۷ھ) فرماتے ہیں کہ اہل علم تو بہت زیادہ ہیں؛ لیکن حکما کی قلت ہے۔ اور آگے فرمایا کہ حکما ہی دراصل وارثین انبیا ہیں۔ لہٰذا حکمت وہ نفع بخش علم ہے جس کی اتباع عمل صالح کرتا ہے۔ یہی وہ نور ہے کہ جب دل میں ڈالا جاتا ہے تو آسمانی علوم کے معانی سمجھ میں آجاتے ہیں، اور ان علوم کی اِتباع اور ان پر عمل کا داعیہ بھی پیدا ہوتا ہے۔

اور جس نے حکمت سے سنت مراد لی ہے وہ بھی درست ہے؛ کیوں کہ سنت بھی قرآن ہی کی تفسیر ہے۔ سنت سے کلام اللہ کی توضیح وتفہیم ہوتی ہے اور یہی قرآن کی اتباع اور اس پر عمل کے لیے آدمی کو تیار کرتی ہے۔ ابوعتاہیہ نے کتنے پتے کی بات کہی ہے ؎

وکیف تحب أن تدعی حکیما وأنت لکل ما تھوی رکوب

وتضحک دائبا ظھرا لبطن وتذکر ما عملت فلا تتوب

یعنی تو خود حکیم کہہ کر بلائے جانے کو کیسے پسند کرتا ہے حالاں کہ تو ہر من چاہی بات کی طرف دوڑ پڑتا ہے۔ اپنی باطنی حالت کو ظاہر کرتے ہوئے تو ہر وقت ہنستا رہتا ہے، اور تجھے اپنی روسیاہیوں کا علم ہونے کے باوجود توفیق توبہ نصیب نہیں ہوتی!۔

نزولِ قرآن سے گمرہی کی گرد چھٹ گئی: آگے فرمایا: ’وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ‘ اس سے اِس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لوگ قرآن نازل ہونے سے قبل کھلی گمراہی میں تھے۔ اُس وقت جب اللہ تعالیٰ نے اہل زمین پر نگاہ فرمائی تو دنیا گناہ گاروں سے بھری ہوئی تھی، کیا عربی اور کیا عجمی سب کا برا حال تھا، سوائے چند اہل کتاب کے کہ انھوں نے اپنے دین کو تبدیل وتحریف سے محفوظ رکھ کر خود کو حق پر قائم رکھا تھا؛ لیکن ان کی تعداد بہت تھوڑی تھی، جب کہ بیشتر اہل کتاب کی حالت یہ تھی کہ انھوں نے کتاب میں ردوبدل کردیا تھا، اور اس میں مجرمانہ تحریف کے مرتکب ہو بیٹھے تھے، اور اپنے دین میں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

انھوں نے ایسی باتیں شامل کردی تھیں جو اس میں نہ تھیں، چنانچہ وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کی گمراہی کا بھی سبب بنے۔

جب اہل کتاب کا یہ حال تھا تو غیر اہل کتاب کا حال کیا رہا ہوگا، آپ خود سوچ سکتے ہیں!۔عربوں کی حالت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ وہ بتوں کی پرستش میں مست تھے۔ مجوسی آگ کی پوجا کرنے میں مگن تھے اور دو خداؤں کو مانتے تھے۔ یہی حال باقی دنیا والوں کا بھی تھا کہ کوئی ستاروں کی پرستش کرتا، اور کوئی چاند وسورج کے آگے ماتھے ٹیکتا، ایسے تاریک دور میں اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لیے ایک نورِ ہدایت کا انتظام کیا اور محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دین حق اور کتاب برحق کے ساتھ مبعوث کیا۔ پھر ان کی روشنی ایسی پھیلی کہ مشرق ومغرب کے کونے کونے روشن ہوگئے۔

جس وقت روے زمین شرک وظلم کی تاریکی سے بھری پڑی تھی اس وقت اللہ تعالیٰ نے توحید وعدل کا پرچم دے کر اپنے محبوب کو زمین پر بھیجا۔ اُمیین دراصل اہل عرب تھے اور آخرین سے مراد اہل فارس وروم تھے۔ فارسی لوگ عقیدتاً مجوسی اور رومی نصرانی تھے، تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان تمام لوگوں کی مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمہ گیر رسالت کے ذریعہ توحید کی طرف رہنمائی فرمائی۔

ظہورِ قدسی اور ایمان کا سویرا: حضرت امام احمد بن حنبل کو بعد از وصال خواب میں دیکھ کر اُن کا حال پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: اگر یہ (ہمارے پیارے) نبی نہ ہوتے تو ہم مجوسی ہوتے۔ اور واقعتاً بات ایسی ہی ہے جیسی انھوں نے فرمائی؛ کیوں کہ اگر اہل عراق تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کے اَنوار کو نہ پاتے تو دین مجوسیت ہی پر ہوتے۔

یوں ہی اگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف نہ لاتے تو شامی، مصری اور رومی لوگ دین نصرانیت ہی پر قائم رہتے۔ ایسے ہی اگر آفتابِ رسالت محمدی جزیرۂ عرب کے اُفق پر نہ چمکتا تو وہ بھی بتوں کے سامنے ماتھے ہی ٹیک رہے ہوتے؛ لیکن اللہ رب العالمین

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرما کر اپنے بندوں پر رحم فرمایا اور ان کو گمراہی کی غار سے نکال کر حق و ہدایت کی شاہ راہ پر لا کھڑا کیا۔ فرمانِ الٰہی ہے :

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ . (سورۂ انبیاء:۲۱/۱۰۷)

اور (اے رسولِ محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔

ایک اور مقام پر فرمایا :

ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰهِ یُؤۡتِیۡهِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ .

(سورۂ جمعہ:۶۲/۴)

یہ (یعنی اس رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد اور اِن کا فیض و ہدایت) اللہ کا فضل ہے، وہ جسے چاہتا ہے اس سے نوازتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

چنانچہ جس شخص کو اِسلام میں سے کچھ حصہ مل گیا تو سمجھیں اس کو بہت بڑا فضل حاصل ہو گیا اور اس پر اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہو گئی۔ لہٰذا اسے چاہیے کہ اس نعمت کا جتنا ہو سکے شکر یہ اَدا کرے اور مرتے دم تک اس پر ثابت رہنے کی منت و دعا کرے۔ جب ہمیں خاتمہ بالخیر کی دولت نصیب ہو جائے گی تبھی سمجھیں کہ یہ نعمت اپنے کمال کو پہنچے گی۔

بعثت مصطفےٰ سے ملت براہیمی کا اِحیاو اِتمام: حضرت ابراہیم علیہ السلام حنفا کے اِمام ہیں، سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ سے ماقبل نبیوں کو اُن کی اِقتدا و اِتباع کا خصوصی حکم تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو لوگوں کا اِمام بنا دیا تھا۔ جس وقت حضرت ابراہیم اور آپ کے صاحبزادے حضرت اسماعیل علیہما السلام نے مل کر (بنائے کعبہ کی تکمیل کے بعد) بارگاہِ خداوندی میں دعا کی تھی کہ اے اللہ! اہل مکہ میں انہی میں سے ایک ایسا رسول مبعوث فرما جو اِن اِن پاکیزہ اَوصاف کا حامل ہو تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی دعا کو شرفِ قبول عطا کی اور اہل مکہ میں حضرت اسماعیل بن ابراہیم کی اولاد میں سے سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے وقت میں جلوہ آرائے عالم ہوتے ہیں جب کہ دنیاوالوں پر دین حنیف کی قدریں مٹنے لگی تھیں؛ چنانچہ آپ نے تشریف لاکر دین براہیمی اور ملت حنیفی کا اِحیاواتمام فرمایا۔ لہٰذا حضرت ابراہیم سے آپ کو تمام لوگوں سے بڑھ کر مناسبت وقربت تھی، جیسا کہ قرآن گواہی دے رہا ہے :

إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ آمَنُوْا . (سورۂ آل عمران:۳/۶۸)

بے شک سب لوگوں سے بڑھ کر ابراہیم (علیہ السلام) کے قریب (اور حق دار) تو وہی لوگ ہیں جنھوں نے ان (کے دین) کی پیروی کی ہے اور (وہ) یہی نبی (ﷺ) اَور (ان پر) ایمان لانے والے ہیں۔

حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

إن لكل نبي وليا من النبيين وإن وليي إبراهيم .

یعنی ہر نبی کا نبیوں میں سے ایک ولی ہوتا ہے اور میرے ولی ابراہیم ہیں۔(۱)

پھر آپ نے اس ضمن میں مذکورہ آیت تلاوت فرمائی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے صوری اور معنوی دونوں اعتبار سے اُن سے بہت زیادہ مشابہت ومماثلت رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہونے میں بھی آپ کو ان سے مشابہت تھی۔ اِرشاد رسالت مآب ہے :

إن الله اتخذني خليلا كما اتخذ إبراهيم خليلا .

یعنی بلاشبہہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی خلیل بنایا جیسے اس نے ابراہیم کو خلیل بنایا تھا۔(۲)

(۱) سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۲۹۹۵......مستدرک حاکم: ۲/۲۹۲......مسند احمد: ۱/۴۰۱۔

(۲) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۴۱۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نویدِ عیسیٰ، نبوتِ مصطفےٰ کی دلیل دوم:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیلِ ثانی اور دوسرا شرف حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہے۔ حضرت عیسیٰ بنواسرائیل کے آخری پیغمبر ہیں۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْ إِسْرَائِيلَ إِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ إِلَيْكُمْ مُّصَدِّقاً لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَأْتِيْ مِنْ بَعْدِيْ اسْمُهٗ أَحْمَدُ. (سورۂ صف:٦١/٦)

اور (وہ وقت بھی یاد کیجیے) جب عیسیٰ بن مریم (علیہما السلام) نے کہا: اے بنی اِسرائیل! بیشک میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا (رسول) ہوں، اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں اور اس رسولِ (معظم ﷺ) کی (آمد آمد) کی بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لا رہے ہیں جن کا نام (آسمانوں میں اس وقت) احمد (ﷺ) ہے۔

عیسائیوں کے لیے دعوتِ فکر: حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے ماننے والوں کو اتباعِ محمدی کی ترغیب دیتے اور فرماتے تھے کہ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تلوار کے ساتھ مبعوث ہوں گے؛ لہٰذا (کائنات کی) کوئی شے تمھیں اُن کی اتباع سے روکنے نہ پائے۔ حضرت عیسیٰ ہی کا فرمان ہے کہ میں عنقریب جانے والا ہوں اور میرے فوراً بعد وہ نبی آئیں گے؛ لہٰذا کوئی ان کی دعوت سے پیچھے نہ رہے۔ ورنہ جب وہ تلوار سونت لیں گے تو تمھیں خواہی نہ خواہی اُن کے دین میں داخل ہونا ہی پڑے گا۔

مسند احمد میں حضرت ابودردا رضی اللہ عنہ (م۳۲ھ) سے حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک حدیث مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی طرف وحی فرمائی کہ میں تمھارے بعد ایک ایسی اُمت بھیجوں گا کہ اگر ان کو کوئی خوش کن بات پہنچے گی تو وہ میری

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تعریف اور میرا شکر کریں گے اور اگر ان کو کوئی ناپسندیدہ بات پہنچے گی تو وہ ثواب کی نیت کر کے صبر کرلیں گے۔ اُن میں نہ تو حلم ہوگا اور نہ علم ہوگا۔ حضرت عیسیٰ نے تعجب سے پوچھا: اے پروردگار! جب ان میں حلم وعلم نہ ہوگا تو ایسے بھلے کام وہ کیسے کرسکیں گے!۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں ان کو اپنے حلم وعلم میں سے حصہ عطا کروں گا۔

(معروف ومستند سیرت نگار) حضرت ابن اسحٰق (م ۱۵۱ھ) فرماتے ہیں کہ مجھ سے کسی صاحب علم نے ذکر کیا کہ حضرت عیسیٰ کا اِرشاد ہے: تمام اُمتوں میں پسندیدہ ترین اُمت اللہ تعالیٰ کے نزدیک اُمت احمد ہے۔ ان سے پوچھا گیا: آپ ان کی کون سی فضیلت ذکر کریں گے تو فرمایا کہ ان کی زبانوں پر کلمہ لا الٰـہ إلا اللّٰـہ بڑی ہی آسانی سے جاری ہوگا، جب کہ یہ آسانی پچھلی اُمتوں کو نہ دی گئی۔

قبل ولادت، ظہورِ نورِ نبوتِ مصطفیٰ کی دلیل سوم:

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی تیسری دلیل اور تیسرا شرف یہ ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ آمنہ بنت وھب نے آپ کے ظہورِ قدسی سے پہلے ایک خواب دیکھا تھا کہ ان سے ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے، اور یوں ہی نبیوں کی مائیں دیکھتی رہیں۔

روایتوں میں آتا ہے کہ آپ کی والدہ نے ایام حمل کے شروع میں ملاحظہ کیا کہ انھیں خوش خبری دی گئی کہ جب آپ کے ہاں ولادت ہوگی تو ایک ایسا نور ظاہر ہوگا جس سے شام کے محلات روشن ہوجائیں گے۔

امام طبرانی نے اپنی سند سے ابومریم کندی سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ بارگاہِ رسالت میں عرض کیا گیا کہ یارسول اللہ! آپ کے اَمرِ نبوت میں سے کون سی چیز سب سے پہلے ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ویسا ہی عہد لیا جیسا اس نے باقی تمام نبیوں سے لیا تھا۔ پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی :

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنكَ وَمِن نُّوحٍ وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ . (سورۂ احزاب: ۷/۳۳)

اور (اے حبیب! یاد کیجیے) جب ہم نے انبیا سے ان (کی تبلیغِ رسالت) کا عہد لیا، اور (خصوصاً) آپ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسیٰ سے اور عیسیٰ ابن مریم (علیہم السلام) سے۔

اس کے علاوہ آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت و نوید ہیں۔ مستزاد یہ کہ آپ کی والدہ ماجدہ نے خواب میں دیکھا تھا کہ ان کے سامنے ایک چراغ ظاہر ہوا جس سے ملک شام کے محلات جگمگا اُٹھے۔ آپ کی والدہ نے اس کے علاوہ تین مرتبہ کچھ ایسا ہی ملاحظہ فرمایا یعنی بغیر خواب کے حالت بیداری میں دیکھا۔ ارشادِ رب العزت ہے :

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ . (سورۂ بنی اسرائیل: ۶۰/۱۷)

اور ہم نے تو (شبِ معراج کے) اس نظارہ کو جو ہم نے آپ کو دکھایا لوگوں کے لیے صرف ایک آزمائش بنایا ہے (کہ ایمان والے مان گئے اور ظاہر بین الجھ گئے)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ رؤیت ہے جو سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات ملاحظہ کیا تھا۔ جب کہ بعض مفسرین نے اس سے والدۂ رسول حضرت آمنہ بنت وھب کا دیکھنا مراد لیا ہے کہ جو کچھ انھوں نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ کے وقت دیکھا تھا۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حضرت آمنہ بتایا کرتی تھیں کہ جب سرکارِ ابدقرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے حمل میں تشریف لائے تو مجھ سے کہا گیا کہ اس اُمت کے سردار تیرے حمل میں جلوہ گر ہو چکے ہیں، جب وہ دنیا میں تشریف لائیں تو یہ کہنا کہ میں اللہ کی پناہ چاہتی ہوں ہر حاسد کے شر سے اور اس کی نشانی یہ ہوگی کہ ان کے ساتھ ایک نور نکلے گا جس سے ارضِ شام میں موجود بُصریٰ کے محل روشن ہو جائیں گے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جب وہ رونق افزاے دنیا ہو جائیں تو ان کا نام **محمد** رکھنا کہ توراۃ میں ان کا نام **احمد** ہے۔ زمین وآسمان والے ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ انجیل میں بھی ان کا نام **احمد** ہی ہے۔ آسمان اور زمین والے ان کی جتنی توصیف کریں کم ہے؛ ہاں! قرآن مجید میں ان کا نام '**محمد**' ہے۔(۱)

ابن سعد نے متعدد سندوں سے واقدی سے ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ حضرت آمنہ کہا کرتی تھیں کہ جب مجھے اُن کا (یعنی رسول اللہ ﷺ کا) حمل ہوا تو میں نے وضع حمل تک کوئی تکلیف محسوس نہ کی۔ پھر جب وضع حمل ہوا تو ان کے ساتھ ایک ایسا نور نکلا جس سے مشرق ومغرب کے چپے چپے روشن ہوگئے۔ دنیا تشریف آوری کا ان کا انداز یہ تھا کہ اپنے ہاتھوں کو زمین پر رکھا، اپنی مٹھی میں مٹی بھری اور اسے آسمان کی طرف بلند کیا۔ بعض حضرات نے یہ بھی لکھا ہے کہ آپ اپنے دونوں گھٹنوں کو زمین پر رکھے ہوئے جھکے جھکے دنیا میں تشریف لائے تھے اور آپ کے ساتھ ایک ایسا نور ظاہر ہوا کہ جس سے ملک شام کے محلات وبازار جگمگا اُٹھے تھے، یہاں تک کہ بُصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں دیکھ لی گئیں، اس حالت میں آپ کا چہرۂ منور آسمان کی طرف تھا۔(۲)

امام بیہقی نے اپنی سند سے حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت کی، وہ کہتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھ سے بیان فرمایا کہ جب حضرت آمنہ کے ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو اس رات میں وہاں موجود تھی، مجھے گھر میں نور ہی نور نظر آرہا تھا، جس چیز پر بھی نگاہ پڑتی نورانی دکھائی دیتی۔ پھر میں نے آسمان کی طرف دیکھا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ستارے بالکل قریب آچکے تھے، یہاں تک کہ میرے منہ سے نکل گیا کہ یہ کہیں مجھ پر گر نہ پڑیں!۔(۳)

---

(۱) سیرتِ نبویہ، ابن اسحٰق: ۱/۱۵۷، ۱۵۸۔

(۲) طبقاتِ ابن سعد: ۱/۹۔

(۳) دلائل النبوۃ، بیہقی: ۱/۱۱۲-۱۱۴۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

امام احمد نے عقبیٰ بن عبد السلمی کی حدیث نقل کی ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی والدہ کا ایک ارشاد ذکر کیا کہ میں نے اپنے اندر سے ایک نور نکلتے دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔(۱)

ابن اسحٰق، جہم بن ابی جہم سے، وہ عبداللہ بن جعفر سے اور انھوں نے حلیمہ سے روایت کرنے والے ایک شخص سے سنا کہ وہ کہتی تھیں: مجھ سے حضرت آمنہ نے بیان کیا کہ جب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حمل سے ہوئی تو میں نے کوئی حمل ایسا نہ دیکھا جو میرے حمل سے ہلکا ہوا اور نہ اس سے بابرکت کوئی حمل دیکھا۔ پھر میں نے ایک نور دیکھا کہ گویا وہ ایک چمک ہے، اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو وہ نور مجھ سے ظاہر ہوا جس سے بُصریٰ میں موجود اونٹوں کی گردنیں تک روشن ہو گئیں۔(۲)

میلادِ مصطفیٰ کے وقت اس نور کے نکلنے میں دراصل اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نور کو لے کر آ رہے ہیں جس سے زمین والوں کو ہدایت نصیب ہو گی اور جس کی وجہ سے شرک کی تاریکیاں کافور ہو جائیں گی۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ، یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَیَهْدِیْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ . (سورۂ مائدہ:۵/۱۵،۱۶)

بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (یعنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آ گیا ہے اور ایک روشن کتاب (یعنی قرآن مجید)۔ اللہ اس کے ذریعے ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے پیرو ہیں، سلامتی کی راہوں کی ہدایت فرماتا ہے اور انہیں اپنے حکم سے (کفر و جہالت کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان و ہدایت کی) روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور انہیں سیدھی راہ کی سمت ہدایت فرماتا ہے۔

---

(۱) مسند احمد بن حنبل: ۴/۱۲۷...... شرح السنۃ بغوی، رقم الحدیث: ۳۶۲۶۔

(۲) السیرۃ النبویۃ، ابن اسحٰق: ۱/۱۶۵۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایک دوسرے مقام پر فرمایا :

فَالَّذِيْنَ آمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْ أُنزِلَ مَعَهٗ أُولٰئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ . (سورۂ اعراف:۷/۱۵۷)

پس جولوگ اس (برگزیدہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لائیں گے اور ان کی تعظیم وتوقیر کریں گے اور ان (کے دین) کی مدد ونصرت کریں گے اور اس نورِ (قرآن) کی پیروی کریں گے جو اُن کے ساتھ اُتارا گیا ہے، وہی لوگ ہی فلاح پانے والے ہیں۔

اسی تناظر میں سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عم محترم حضرت عباس نے کچھ شعر کہے ہیں ؂

وأنت لما ولدت أشرقت الـ أرض وضاء ت بنورک الأفق
فنحن في ذلک الضياء وفي الـ نور وسبل الرشاد نخترق

یعنی جب آپ کی ولادت ہوئی تو زمین چمک اُٹھی اور آپ کے نور سے آسمان روشن ہوگئے۔تو ہم اسی نور وضیا میں رشد وہدایت کی راہوں پر چل رہے ہیں۔(۱)

خصائص وفضائل ارضِ شام: تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سے قبل جو نور ظاہر ہوا اور جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے تھے تو اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کے نورِ نبوت سے ملک شام کو خصوصی حصہ ملے گا کہ وہ آپ کی سلطنت میں ہوگا جیسا کہ کتب سابقہ میں کعب اَحبار نے ذکر کیا ہے:'محمد اللہ کے رسول ہوں گے، اُن کی جاے ولادت مکہ ہوگی، اُن کا مقامِ ہجرت یثرب ہوگا اور اُن کی بادشاہت شام تک ہوگی'۔

چنانچہ دیکھیے کہ مکہ معظّمہ سے آپ کا نورِ نبوت ظاہر ہوا اور ملک شام تک آپ کی بادشاہت پہنچی۔پھر آپ کو شب اسریٰ میں ملک شام لے جایا گیا، جہاں بیت المقدس ہے، اور یہ وہی جگہ ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام ہجرت کر کے تشریف لے گئے تھے۔

---

(۱) اسد الغابہ،ابن اثیر:۲/۱۳۰......سیر اعلام النبلاء:۲/۱۰۳۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سلف صالحین علیہم الرحمہ فرماتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا؛ مگر یہ کہ اسے ملک شام سے مبعوث فرمایا اور جو نبی ملک شام میں مبعوث نہ ہوا اس نے ملک شام کی طرف ہجرت ضرور کی۔ آخری زمانے میں علم و ایمان کا ٹھکانہ وخزانہ شام میں ہوگا۔ لہٰذا (خلاصۂ بحث یہ ہوا کہ) تمام اِسلامی ملکوں کے مقابلے میں نورِ نبوت ملک شام میں زیادہ ظاہر ہوگا۔

امام احمد نے عمرو بن العاص اور ابودرداء رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی، یوں ہی حاکم عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث ذکر کرتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ کتاب کا ستون میرے تکیہ کے نیچے سے نکالا گیا۔ میں نے اس کو غور سے دیکھا تو وہ ایک چمک دار ستون تھا جو شام کی طرف بلند کیا گیا تھا۔ لوگو! خبردار! جب فتنے ظاہر ہوں گے تو ایمان شام میں ہوگا۔(۱)

یوں ہی مسند احمد اور جامع ترمذی وغیرہ میں آیا ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ’عنقریب اس ہجرت کے بعد ایک ہجرت ہوگی اور زمین کے بہترین لوگ ابراہیم علیہ السلام کی جاے ہجرت یعنی ملک شام کی طرف ہجرت کریں گے‘۔(۲)

حضرت عیسیٰ دین محمدی کے پیروکار ہوں گے: نیز شام ہی وہ ملک ہے جہاں آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام (آسمان سے) نزول فرمائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی نے پیغمبر آخرالزماں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی تھی، تو وہ خود آکر دین محمدی کو اِستحکام بخشیں گے اور شریعت محمدیہ کے مطابق ہی فیصلے صادر فرمائیں گے، اور سواے دین محمدی کے کوئی دوسرا دین کسی سے قبول نہ فرمائیں گے۔ صلیب کو توڑ دیں گے۔ خنزیر کو قتل کردیں گے۔ جزیہ کو روک دیں گے اور مسلمانوں کے اِمام کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔ نیز فرمائیں گے کہ اس اُمت کے بعض لوگ بعض کے اِمام ہیں، جس میں اس بات کی

---

(۱) مسند احمد بن حنبل: ۴/۱۹۸......مستدرک حاکم: ۴/۵۰۹۔

(۲) مسند احمد بن حنبل: ۲/۱۹۹......سنن ابوداوٗد، رقم الحدیث: ۲۴۸۲......مستدرک حاکم: ۴/۵۱۰۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

طرف اشارہ ہے کہ وہ اسی دین کے پیروکار رہوں گے، اس دین کو منسوخ کرنے کے لیے نہیں آئیں گے۔

ارضِ شام جائے حشرونشر: ملک شام ہی وہ سرزمین ہے جسے اخیر زمانے میں حشرونشر کے لیے استعمال کیا جائے گا۔ جہاں قربِ قیامت میں زمین کے چاروں کونے سے لوگ آآ کر جمع ہوں گے، تو اہل زمین میں بہترین لوگ وہ ہوں گے جو حضرت ابراہیم کی جائے ہجرت ملک شام کی طرف خوشی خوشی ہجرت کریں گے۔ جیسا کہ ماقبل میں گزر چکا۔(۱)

مصطفےٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: 'تم شام کو لازم پکڑلو کہ زمین میں یہ جگہ اللہ تعالیٰ کو بہت پسندیدہ ہے۔ اپنے برگزیدہ بندوں کے لیے اس نے اس زمین کو چن لیا ہے'۔ یہ بات امام احمد، ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم نے اپنی صحیح میں ذکر کی ہے۔(۲)

حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ 'قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ عراق کے اچھے لوگ شام کی طرف اور شام کے برے لوگ عراق کی طرف منتقل نہ ہو جائیں گے'۔ اسے امام احمد نے نقل کیا ہے۔(۳)

صحیحین میں سرکار ابدقرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک ارشاد نقل ہے کہ 'قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ ارضِ حجاز سے ایک آگ نہ نکلے کہ جس کی روشنی سے بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی'۔(۴)

---

(۱) مسند احمد بن حنبل: ۶/۴۶۳......سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۴۰۷۔

(۲) مسند احمد بن حنبل: ۴/۱۱۰......سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۲۴۸۳......مجمع الزوائد: ۱۰/۵۹۔

(۳) مسند احمد بن حنبل: ۵/۲۴۹۔

(۴) صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۷۱۱۸......صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۹۰۲۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(بتایا جاتا ہے کہ) یہ آگ چھ سو چون (۶۵۴ ھ) میں مدینہ کے قریب ارضِ حجاز سے ظاہر ہو چکی ہے، جس کی روشنی میں بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں دکھائی دے رہی تھیں۔ اس واقعے کے بعد بغداد کا وہ واقعہ پیش آیا جس میں بغداد کا خلیفہ اور وہاں کے رہنے والے بری طرح مارے گئے۔ تاتاریوں کے ہاتھ پر عراق کی خرابی ظاہر ہوئی تو اس وقت عراق کے اچھے لوگ ہجرت کر کے شام چلے گئے، باقی جو برے لوگ ہیں تو ان کو آخری زمانے میں ایک آگ نکل کر شام کی طرف زبردستی ہنکا کر لے جائے گی، تو اس طرح تمام لوگ قیامت سے پہلے ملک شام میں جمع ہو چکے ہوں گے۔

سنن ابوداؤد میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: 'لڑائی کے دنوں میں مسلمانوں کا شہر غوطہ یعنی دمشق ہوگا جو کہ شام کے تمام شہروں میں خیر و برکت کے لحاظ سے بہترین ہے'۔(۱)

امام حاکم نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ ان کی روایت میں یہ ہے کہ 'اس دن مسلمانوں کے بہترین ٹھکانے دمشق میں ہوں گے'۔(۲)

اُمت محمدیہ بہترین اُمت: میرے عزیز بھائیو! جو کوئی بھی اِس اُمت میں سے ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین اُمت میں سے ہے۔ فرمانِ رب العزت ہے:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ . (سورۂ آل عمران: ۳/۱۱۰)

تم بہترین اُمت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے۔

معلم کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اِرشادِ ہدایت بنیاد ہے:

أنتم توفون سبعين أمة، أنتم خيرها وأكرمها على الله عزوجل .

(۱) سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۳۲۹۸...... مسند احمد بن حنبل: ۵/۱۹۷۔
(۲) مستدرک حاکم: ۴/۴۸۶۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یعنی تم ستر (۷۰) اُمتوں کو پورا کرتے ہو۔ تم تمام امتوں میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہترین اور عزت دار ہو۔(۱)

جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق میں بہترین اور افضل پیغمبر ہیں۔ تو آپ کی اُمت بھی اسی طرح تمام اُمتوں میں بہترین اور افضل ترین اُمت ہے۔ کتنا خوش نصیب ہے وہ شخص جسے بہترین اُمت سے ہونے کا شرف ملا اور اس کی تابع داری کی نسبت خیرالوریٰ یعنی سیدالانبیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہے۔ خصوصاً وہ شخص جو آخری زمانے میں مسلمانوں کے بہترین ٹھکانے (ملک شام) میں سکونت اختیار کرے گا۔ یہ وہی شخص ہوسکتا ہے جو اوصافِ خیر سے مزین اور صفاتِ شر سے عاری ہوگا۔ ہاں! وہ شخص جس کی نسبت خیرالامم اور خیرالوریٰ کی طرف ہو؛ مگر وہ اس شرف پر راضی وخوش نہ ہو تو یقیناً اسے اپنی بدنصیبی پر رونا چاہیے اور یہ نہایت بدبختی اور المیے کی بات ہوگی!۔

اچھے اور برے لوگوں کی شناخت کا معیار: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّ الَّـذِيْـنَ آمَـنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ أُولٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ .

(سورۂ بینہ:۹۸/۷)

بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، وہی لوگ ساری مخلوق سے بہتر ہیں۔

گویا دولت ایمان اور ذخیرۂ اعمال صالحہ رکھنے والے لوگوں میں سب سے بہتر ہیں۔

یوں ہی ایک دوسرے مقام پر اللہ جل مجدہ الکریم نے فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ . (سورۂ آل عمران:۳/۱۱۰)

تم بہترین اُمت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے، تم بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

(۱) مسند احمد بن حنبل: ۴/۴۴۷...... سنن دارمی: ۲/۳۱۳...... سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۲۸۷۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

خیر الناس من فقُه فی دین اللّٰه، ووصَل رحِمَه وأمر بالمعروف، ونهی عن المنکر .

یعنی لوگوں میں سے بہترین وہ ہیں جو اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کرتے ہیں، صلہ رحمی سے پیش آتے ہیں، نیکی کا حکم کرتے اور برائی سے روکتے ہیں۔(۱)

ایک دوسری روایت میں یوں آیا ہے :

خیر الناس أتقاهم للکذِب، و أوصلُهم للرحِم، وآمرهم بالمعروف، وأنهاهم عن المنکر .

یعنی لوگوں میں سے بہترین وہ ہیں جو جھوٹ سے بچتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، بھلائیوں کا حکم دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔(۲)

ایک اور مقام پر اِرشاد فرمایا :

الناس معادن؛ فخیارهم فی الجاهلیة خیارهم فی الإسلام إذا فقهوا.

یعنی لوگ کانوں کی مانند ہوتے ہیں کہ جو لوگ جاہلیت میں اچھے تھے وہ اسلام میں بھی اچھے ہوں گے، جب کہ وہ دین کی سمجھ حاصل کرلیں۔(۳)

ارشاد فرمایا :

خیر الناس من طال عمُرُه، وحسُن عملُه، وشر الناس من طال عمره وساء عمله .

---

(۱) مسند احمد بن حنبل: ۶/۴۳۲......مجمع الزوائد: ۷/۲۶۳۔

(۲) الترغیب والترہیب: ۳/۲۳۰۔

(۳) صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۳۳۸۳......صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۵۲۶۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یعنی لوگوں میں سے بہترین شخص وہ ہے جس کی عمر دراز ہو اور اس کے اعمال اچھے ہوں اور لوگوں میں سے بدترین وہ شخص ہے جس کی عمر تو لمبی ہو مگر اعمال برے ہوں۔(۱)

ارشاد فرمایا :

خیرکم من یُرجی خیرہ ویؤمَن شرُّہ، وشرکم من لا یُرجی خیرہ ولا یؤمن شرہ .

یعنی تم میں سے بہترین وہ ہے جس سے خیر کی اُمید رکھی جائے اور اس کی شرارتوں سے امن ہو اور تم میں سے بدترین وہ ہے جس سے خیر کی توقع نہ رکھی جائے اور اس کی شرارتوں سے لوگ محفوظ نہ ہوں۔(۲)

ارشاد فرمایا :

ألا أخبرکم بخیارکم؟ قالوا: بلٰی، قال: الذین إذا رؤوا ذکر اللّٰہ . وقال: ألا أنبئکم بشرارکم ؟ قالوا: بلی، قال: المشاؤن بالنمیمة، المفرقون بین الأحبة، الباغون للبُرآء العَنَتَ .

یعنی کیا میں تم کو تمھارے بہترین لوگوں کی خبر نہ دے دوں؟ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ضرور، تو آپ نے فرمایا کہ (بہترین وہ ہیں کہ) جب ان کو دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے۔ کیا میں تم کو تمھارے بدترین لوگوں کی خبر نہ دوں۔ عرض کی گئی ضرور۔ تو فرمایا کہ چغلی کرنے والے، جو پیاروں کے درمیان جدائی ڈال دیتے ہیں اور پاک طینت لوگوں میں جھگڑا وفساد کے آرزومند ہوتے ہیں۔(۳)

ارشاد فرمایا :

---

(۱) سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۲۳۳۰......مسند احمد: ۴۰/۵، ۴۳۔

(۲) سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۲۲۶۳......مسند احمد بن حنبل: ۳۶۸/۲۔

(۳) مسند احمد بن حنبل: ۲۲۷/۴۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

شرُّ الناس منزلة عند اللّٰه من تركه الناس اتقاءَ فُحشه .

یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں بدترین شخص وہ ہوگا کہ جس کو لوگوں نے اس کی فحش گوئی کی وجہ سے بچتے ہوئے چھوڑ دیا ہوگا۔(۱)

ارشادفرمایا :

إن من شر الناس يوم القيامة منزلة عند اللّٰه ذا الوجهين الذي يأتي هؤلاء بوجه وهؤلاء بوجه .

یعنی قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں بدترین آدمی ذوالوجہین (یعنی دوگلا) ہوگا کہ کسی کے پاس ایک چہرے سے آئے اور کسی کے پاس دوسرے چہرے سے۔(۲)

ارشادفرمایا :

إن من شر الناس عند اللّٰه منزلة من يقرأ كتاب اللّٰه ولا يرعوى إلى ما فيه .

یعنی اللہ کے نزدیک بدترین انسان وہ ہے جو کتاب اللہ تو پڑھے مگر جو کچھ کتاب اللہ میں ہے، اس کی رعایت نہ کرے۔(۳)

ارشادفرمایا :

إن من شر الناس منزلة عند اللّٰه يوم القيامة من ذهب آخرته بدنيا غيره .

یعنی قیامت کے دن لوگوں میں بدترین شخص وہ ہوگا جو کسی کی دنیا کے لیے اپنی آخرت کو ضائع کردے۔(۴)

---

(۱) صحیح بخاری، رقم الحدیث:۶۰۵۴......صحیح مسلم، رقم الحدیث:۲۵۹۱......سنن ترمذی، رقم:۱۹۹۶۔
(۲) صحیح بخاری، رقم الحدیث:۶۰۵۸......صحیح مسلم، رقم الحدیث:۲۵۲۶......سنن ترمذی، رقم:۲۰۲۵۔
(۳) مسند احمد:۳/۴۲، ۵۸......سنن نسائی:۶/۱۲۔ (۴) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:۳۹۶۶۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(یا در ہے کہ) عالم برزخ میں اُمت کے اَعمال اُمت کے نبی پر پیش کیے جاتے ہیں؛ لٰہذا بندے کو چاہیے کہ اپنے نبی پر ایسے اعمال پیش کرنے سے حیا کرے کہ جن اَعمال کو کرنے سے اس کے نبی نے منع فرمایا ہے (یا جنھیں دیکھنے کے بعد نبی کو کسی شرمندگی کا اِحساس ہو)

حجۃ الوداع کے موقع پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:

'حوض کوثر پر میں تم سے پہلے پہنچوں گا اور تمھاری وجہ سے مجھے دوسری اُمتوں کے لوگوں پر عددی کثرت حاصل ہوگی؛ لٰہذا اس موقع پر مجھے روسیاہ نہ کرنا'۔(۱)

اس حدیث پاک میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جب اُمت کے گناہ پیش کیے جاتے ہیں تو آپ کو شرم محسوس ہوتی ہے۔اس لیے آپ نے فرمایا کہ میری اُمت میں سے بائیں طرف والے کچھ لوگوں کو پکڑا جائے گا، تو میں کہوں گا کہ اے میرے پروردگار! یہ میرے اُمتی ہیں تو مجھ سے کہا جائے گا کہ آپ نہیں جانتے کہ انھوں نے آپ کے بعد کتنی نئی نئی باتیں پیدا کر لی تھیں۔تو میں ان سے کہوں گا: دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ وہ لوگ جنھوں نے میرے بعد تبدیلیاں کر دیں۔(۲)

زمانۂ رسالت سب سے اچھا زمانہ: اس اُمت کا بہترین دور پہلا دور ہے، جس کے بارے میں فرمانِ رسالت مآب ہے کہ 'بہترین زمانہ میرا زمانہ ہے، پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوئے ہیں، پھر وہ لوگ جو ان سے ملے ہوئے ہیں'۔

ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ 'بنی آدم پر بہت سے دور آئے تو میں ان اَدوار میں سب سے بہترین دور میں مبعوث کیا گیا'۔قرآن مجید میں ایسے کتنے مقامات ہیں جہاں اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابہ کی مدح وتوصیف فرمائی ہے، مثلاً فرمایا:

(۱) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۳۰۵۷......مجمع الزوائد: ۳۶۵/۱۰۔
(۲) صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۵۸۴......مسند احمد بن حنبل: ۳۳۳/۵۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ . (سورۂ فتح:۲۹/۴۸)

محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جولوگ آپ کی معیت اور سنگت میں ہیں (وہ) کافروں پر بہت سخت اور زورآور ہیں آپس میں بہت نرم دل اور شفیق ہیں۔

دوسرے مقام پر فرمایا :

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ .

(سورۂ فتح:۱۸/۴۸)

بے شک اللہ مومنوں سے راضی ہوگیا جب وہ (حدیبیہ میں) درخت کے نیچے آپ سے بیعت کررہے تھے۔

صحابہ کے درمیان حضرت ابوبکر کی صحبت کا خصوصیت سے ذکر کرتے ہوئے فرمایا :

إِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا . (سورۂ توبہ:۴۰/۹)

جب وہ اپنے ساتھی (ابوبکر صدیق) سے فرمارہے تھے: غمزدہ نہ ہو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

اِسلام دولہن اور دنیا سوکن: (اسلام گویا ایک دولہن ہے) جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دولہن کو عالم آشکارا کیا تو دیکھنے والوں نے اس کے حسن و جمال سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آگے آئے اور اپنی ساری دولت اس خوبصورت دولہن پر قربان کردی۔ حضرت عمر نے اُن کی موافقت کرتے ہوئے اپنا آدھا مال اس پرخرچ کردیا۔ پھر حضرت عثمان کھڑے ہوئے، اور غزوۂ تبوک کے موقع پر لشکر کا تمام سامان مہیا کرکے گویا اس شادی کا ولیمہ کردیا۔ جب حضرت علی کو پتا چلا کہ دنیا اس دولہن کی سوکن ہے اور یہ دونوں اکٹھا نہیں رہ سکتیں تو انھوں نے دنیا کو تین طلاقیں دے کر فارغ کردیا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تو خداوند قدوس کا بے پایاں شکرو احسان ہے کہ اس نے ہمارا بھی اس رحمت (اسلام) کے اندر حصہ رکھا، اور اس کی نعمتوں سے ہمیں مالا مال فرمایا۔ نیز سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت و برکت سے ہمیں ان عظیم وجلیل فضائل وکمالات سے نوازتے ہوئے قرآن مجید کے اندر ہمارے تعلق سے ارشاد فرمایا:

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ . (سورۂ آل عمران:۳/۱۱۰)

تم بہترین اُمت ہو جو سب لوگوں (کی رہنمائی) کے لیے ظاہر کی گئی ہے۔

اُمت مصطفیٰ لاجوابِ اُمم: (اُمتیں تو بہت سی آئیں؛ مگر) کیا کسی اُمت میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح کوئی عظیم انسان ہوا —— یا کوئی مثلِ عمر فاروق رضی اللہ عنہ آیا کہ جب وہ راستہ چلتے اور شیطان انھیں دیکھ لیتا تو راستہ چھوڑ کر بھاگ جاتا تھا —— یا کہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی نظیر مل سکتی ہے کہ جنھوں نے کڑی آزمائش کے دنوں میں نہایت ثابت قدمی اور صبر وجرأت سے کام لیا —— یا کوئی حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسا ہوسکتا ہے کہ جو (باب العلم اور) حکمت کا بحرِ ناپیدا کنار تھے۔

یا کوئی حضرت حمزہ وعباس رضی اللہ عنہما کی مانند ہوا —— کیا اُن میں حضرت طلحہ وزبیر رضی اللہ عنہما جیسا کوئی آیا کہ جو سرکار اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ سائے کی طرح چپکے رہتے تھے —— یا پچھلی اُمتوں میں حضرت سعد وسعید رضی اللہ عنہما کے مثل کوئی اِنسان ہوا!۔

نہیں، نہیں بالکل نہیں۔ ایسے شاہکارِ قدرت کہاں سے لائے جاسکتے ہیں!۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہما جیسا بھی کوئی نہیں مل سکتا۔

اور پھر کون ہے جو اِن دونوں (حسنین وکریمین) کے مثل کہیں دکھا سکے، اگر تم ان دونوں کو ملا کر چاہو کہ اِن کا مثل زمانے میں پاؤ تو سوائے ناکامی اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا!۔

اگر پچھلی اُمتوں کے زاہدوں کی فہرست دیکھو تو تمھیں ان میں کوئی اویس قرنی جیسا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

نظر نہیں آئے گا —— یا عبادت گزاروں میں کوئی عامر بن عبد قیس جیسا دکھائی نہ دے گا —— یا عمر بن عبد العزیز کی مانند خوف وخشیت کا آئینہ دار ڈھونڈے سے بھی نہیں ملے گا!۔

کیا اُمم سابقہ میں تمھیں کہیں امام ابوحنیفہ، امام مالک، اور امام شافعی کی طرح علم کا پہاڑ رکھنے والے اور مسالک کے بنیاد گزار علاما مل پائیں گے!۔تم ان کی جتنی بھی تعریف کرو، یہ تمھاری توصیف وثنا سے بہت بلند ہیں۔سبحان اللہ! اِسلام کی بنیاد کتنی مضبوط، گہری اور اچھی ہے۔

کیا ان اُمتوں میں حسن بصری سے اعلیٰ اور صاحب فہم وفراست کوئی گزرا ہے! —— یا تقویٰ وورع میں ابن سیرین سے بڑھ کر کوئی ہوا ہے! —— کیا سفیانِ ثوری کی مانند کوئی ہوسکتا ہے کہ جنھوں نے علم وخوف سے خود کو آراستہ کرلیا تھا —— یا کوئی مانند امام احمد بن حنبل ہوسکتا ہے جنھوں نے اپنی جان' رحمٰن کو وقف کردی اور خود کو (دین حنیف کے لیے) گھلا دیا۔خدا کی عزت کی قسم! پچھلی اُمتوں میں تمھیں کوئی ابن حنبل کی مانند نہیں ملے گا!۔لہٰذا آوازیں بلند کرو اور کسی لومۃ لائم کی پروا کیے بغیر زور سے کہو:'کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ'۔

لاح شیب الرأس منی فنصح ✿ بعد لهو وشباب و مرح
إخوتی توبوا إلى اللّٰه بنا ✿ قد لهونا وجهلنا ما صلح
نحن فی دار نری الموت بها ✿ لم یدع فیها لذی اللب فرح
یا بنی آدم صونوا دینکم ✿ ینبغی للدین أن لا یطرح
واحمدوا اللّٰه الذی أکرمکم ✿ بنبی قام فیکم فنصح
بنبی فتح اللّٰه به ✿ کل خیر نلتموه ومنح
مرسل لو یوزن الناس به ✿ فی التقی والبر خفوا ورجح
فرسول اللّٰه أولی بالعلی ✿ ورسول اللّٰه أول بالمدح

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یعنی میرے سر سے بڑھاپے کے آثار نمایاں ہو گئے، تو جوانی کی مستی اور اکڑ کے بعد بات جا کر سمجھ میں آئی۔

میرے بھائیو! آؤ ہمارے ساتھ مل کر بارگاہِ الٰہی میں توبہ کرو، کہ اچھی چیز چھوڑ کر ہم کھیل کود اور جہالت میں پڑے رہے۔

ہم ایسے گھر کے باسی ہیں جہاں ایک نہ ایک دن ہمیں موت کا منہ دیکھنا پڑے گا؛ لہٰذا موت کسی عقل مند کے لیے خوشی نہیں چھوڑتی۔

اے آدم کے بیٹو! اپنے دین وایمان کی حفاظت کرو، یہ دین کوئی مذاق نہیں جسے ہلکے میں لیا جائے۔

اور خداوند جلیل کی حمد وثنا کرو جس نے تمھیں ایک ایسے نبی کے ذریعہ عزت بخشی جو تم میں بھیجے گئے اور تمھیں بہترین پند ونصیحت فرمائی۔

یہ اس نبی کے قدموں کی برکت ہے کہ ہمارے لیے ہر چیز کے دروازے پھٹ کھل گئے اور ہم نے ان سے حصہ وافر پایا۔ وہ ایسے پیغمبر ہیں کہ تقویٰ وبھلائی میں اگر دنیا جہاں کے لوگوں سے ان کا موازنہ کیا جائے تو لوگ ہلکے اور وہ بھاری پڑ جائیں گے۔

پس سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے عظمت ورفعت شایانِ شاں ہے اور ہر طرح کی نعت ومدحت انہی کو زیبا ہے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دوسری مجلس

میلادِ مصطفیٰ ﷺ کے بیان میں

پیر کا روزہ اور ولادتِ مصطفیٰ: امام مسلم نے حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ ایک دن حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوموار کے دن روزہ رکھنے کے تعلق سے دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا :

ذالک یوم ولدتُ فیه، و أنزلت علي فیه النبوة . (۱)

یعنی یہ وہ دن ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور مجھے شرفِ نبوت سے بہرہ ور کیا گیا'۔☆

(۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۱۶۲......مسند احمد بن حنبل: ۲۹۷/۵۔

☆ انبیا و مرسلین کی زندگی میں تین دن نہایت اہم، اور بے پناہ اہمیت کے حامل ہوتے ہیں: یوم میلاد، یوم وفات، اور یوم نشور۔ اگر قرآن کے اس فلسفے کو سمجھ لیا جائے تو بعض لوگوں کا یہ اِعتراض ایٹومیٹک ختم ہوجائے گا کہ اس میلاد میں کیا رکھا ہے؟، اور میلاد النبی کی اِسلام میں کتنی گنجائش ہے۔ قرآن کی آیات کی روشنی میں ہمیں پتا چلتا ہے کہ نبی کی زندگی میں تین دن غیر معمولی اہمیت رکھتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے فضائل ومناقب بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَسَلاَمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا۔ یعنی سوغاتِ سلام پیش ہیں یحییٰ کے لیے جس دن وہ پیدا ہوا، اور جس دن وہ اس دنیا سے پردہ کرجائے گا، اور پھر جس دن اسے دوبارہ اُٹھایا جائے گا۔ یوں ہی اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے کہلوایا: وَالسَّلاَمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا۔ یعنی سلامتی ہو مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا، اور جس دن میں وصال کرجاؤں گا، اور پھر جس دن مجھے دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ولادتِ مصطفیٰ کس دن ہوئی؟ اہل علم کا اس بات پر تقریباً اجماع ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سوموار کے دن ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کا یہی موقف ہے۔ جبکہ بعض لوگوں نے جمعہ کے دن کا بھی قول کیا ہے؛ تاہم یہ قول باطل اور ساقط الاعتبار ہے۔ حضرت ابوجعفر امام باقر (م۱۱۴ھ) اس تعلق سے توقف فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بہتر جاننے والا ہے۔ اور یہ اختلاف اس وجہ سے ہے کہ کوئی معتبر روایت اس تعلق سے منقول نہیں؛ لہٰذا اس بارے میں احتیاطاً توقف کرنا بہتر ہے۔

لیکن جمہور علما نے اس بارے میں جو کچھ کہا وہ کافی ووافی ہے اور حضرت ابوجعفر نے بھی ایک روایت کے مطابق اس کی موافقت فرمائی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوموار کے روز اس دنیا میں تشریف لے آئے۔ یہ موقف جملہ اہل علم کے موافق ہے۔

نیز حضرت ابوقتادہ انصاری کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت سوموار کو دن کے وقت ہوئی۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ طلوعِ فجر کے وقت رونق افزاے عالم ہوئے۔

.... غورطلب اَمر یہ ہے کہ جب یہ پچھلے پیغمبروں کی شانیں ہیں تو پھر جو محبوبِ رب العالمین ہو، جو امام الانبیاء والمرسلین ہو، اور جو وجہِ تخلیق آدم و بنی آدم ہو، ذرا سوچیں کہ اس کی ولادت کا دن کیسی خیروسلامتی، برکت ورحمت اور یمن وسعادت کا دن ہوگا!۔ اور پھر خاص بات یہ کہ جس دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدا ہوئے وہی دن آپ کے دنیا سے پردہ فرمانے کا بھی ہے تو گویا اس دن کو یوم ولد اور یوم یموت کی دونوں شانیں حاصل ہوئیں، اور اللہ کی دو دو سلامتیاں اس میں ساون بھادوں کی طرح عالم انسانیت پر برستی ہیں۔ اور پھر یوم یبعث حیا کا پُرکیف وروح پرور منظر بازارِ قیامت اور ہنگامہ محشر میں دیکھنے کو ملے گا۔ سبحان اللہ! وہ منظر بھی کیا منظر ہوگا جس کی عکاسی کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے ؎

فقط اتنا سبب ہے انعقادِ بزمِ محشر کا
کہ ان کی شانِ محبوبی دکھائی جانے والی ہے

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف اُن کی رسائی ہے
جب اُن کی رسائی ہے لوتب تو بن آئی ہے

- چڑیا کوٹی -

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ابوجعفر بن ابی شیبہ نے اپنی تاریخ میں اور ابونعیم نے اپنے طریق سے دلائل میں ایک ضعیف سند کے ساتھ عبداللہ بن عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ ظہران کے راستے میں عیص نامی ایک راہب رہتا تھا، جس کا تعلق ملک شام سے تھا، وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ اے اہل مکہ! وہ زمانہ قریب آرہا ہے کہ تم میں ایک بچہ پیدا ہوگا جس کا پورا جزیرۂ عرب تابع دار ہوجائے گا اور وہ عجم کا بھی مالک بن جائے گا، اور یہی اس کا زمانہ ہے۔ چنانچہ جب بھی مکے میں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا کرتا تھا۔

پھر جس دن وہ صبح نمودار ہوئی جس میں سرکارِ دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ مبارکہ ہوئی تو عبداللہ بن عبدالمطلب، عیص کے عبادت خانے میں آئے اور پکار کر کہا: اے عیص، تو کہاں ہے؟۔ اس نے پوچھا: تم کون ہو۔ کہا: میں عبداللہ ہوں۔ پھر عبداللہ نے بچے کی ولادت کی خبر سنائی، جسے سن کر عیص نے کہا کہ یہ تو وہی بچہ ہے جس کے بارے میں تم لوگوں سے کہا کرتا تھا کہ وہ پیر کے دن پیدا ہوگا، اسی دن اسے نبوت ملے گی اور اسی دن اس کی وفات ہوگی۔

پھر عیص نے پوچھا: تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے۔ عبداللہ نے جواب دیا: **محمّد**۔ عیص نے کہا: اللہ کی قسم! میری یہ دلی خواہش تھی کہ وہ مولود تمھارے ہی گھرانے میں پیدا ہو۔ اس بچے کو میں تین خصائل ووجوہات کی وجہ سے متعین کرتا ہوں: **پہلی وجہ** یہ ہے کہ آج کی رات کے بعد ستارہ طلوع ہوا ہے۔ **دوسری وجہ** یہ کہ یہ آج کے دن پیدا ہوئے ہیں اور **تیسری وجہ** یہ کہ ان کا نام **محمد** ہے۔ مجھے ان کے پاس لے چلو؛ کیوں کہ میرے علم کے مطابق یہ وہی بچہ ہے جس کے بارے میں میں تم لوگوں سے کہا کرتا تھا۔(۱)

---

(۱) البدایۃ والنہایۃ، حافظ ابن کثیر: ۲/۲۷۲۔

نوٹ: اگر یہ روایت صحیح تسلیم کی جائے تو ماننا پڑے گا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے وقت آپ کے والد محترم حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب بقید حیات تھے؛ حالاں کہ یہ بات متفق علیہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جب کہ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رات کے وقت پیدا ہوئے اور وہ آثار وروایات ہم پچھلی مجلس میں ذکر کر چکے ہیں، جن سے آپ کی نبوت پر روشنی پڑتی ہے۔

مہرِ نبوت کے ساتھ ولادت: صحیح حاکم میں اُم المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ مکہ کے اندر ایک یہودی تاجر رہتا تھا، جس رات سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ہوئی تو وہ کہنے لگا: اے گروہِ قریش! کیا آج رات تمھارے ہاں کوئی لڑکا پیدا ہوا ہے۔ وہ کہنے لگے، ہمیں اس کا علم نہیں۔ وہ کہنے لگا: مجھ سے سنو۔ آج کی رات اس آخری اُمت کے نبی کی ولادت ہوئی ہے۔ ان کے دونوں مونڈھوں کے درمیان ایک علامت ہے جس میں گھوڑے کی ایال کی مانند بالوں کا گچھا ہے۔

اہل مکہ یہودی کے ساتھ اس بچے کی تلاش میں نکلے، یہاں تک کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کے پاس جا پہنچے۔ اور کہنے لگے: ہمیں اپنا بیٹا دکھاؤ۔ والدہ ماجدہ نے آپ کو ان کے سامنے رکھ دیا۔ جب ان لوگوں نے آپ کی پشت مبارک کھول کر دیکھی تو وہ علامت واضح طور پر نظر آ رہی تھی۔ یہ دیکھ کر یہودی غش کھا کر گر پڑا، جب اسے ہوش آیا تو قریشی لوگ کہنے لگے: افسوس ہے تجھ پر، تجھے اچانک کیا ہو گیا؟۔ تو یہودی نے اس موقع پر ایک تاریخی جملہ کہا :

ذهبت واللّٰه النبوة من بني إسرائيل .

.... ہے کہ ابھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شکم مادر ہی میں تھے کہ حضرت عبداللہ دنیا سے رخصت ہو چکے تھے اور حضرت آمنہ کا درّ یتیم احساسِ یتیمی لے کر دنیا میں جلوہ آرا ہوا تھا۔ حیرت ہے کہ اس روایت پر نہ تو علامہ ابن رجب حنبلی نے کوئی جرح کیا اور نہ ہی عالم عرب کے معروف محقق شیخ یٰسین السواس نے کوئی حاشیہ چڑھایا، اور نہ ہی لطائف المعارف کے دیگر محققین نے بادی النظر ہی میں کھٹکتی ہوئی اس روایت پر کوئی روشنی ڈالنے کی زحمت گوارا فرمائی۔ -چریاکوٹی-

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یعنی قسم بخدا! مجھے بس اس بات پر افسوس ہے کہ ہائے آج نبوت بنی اسرائیل سے ہمیشہ کے لیے نکل گئی۔(۱)☆

اس حدیث سے پتا چلا کہ آپ کی ختم نبوت کی نشانی یعنی مہر نبوت بوقت ولادت پشت انور پر موجود تھی، یہی وہ مہر ہے جو آپ کی نبوت کی ظاہری علامات میں سے ہے اور جس کے بارے میں اہل کتاب کو خوب اچھی طرح علم تھا، ایک دوسرے سے اس کے بارے میں پوچھا کرتے اور اس کے آثار ڈھونڈا کرتے تھے۔

روایتوں میں آتا ہے کہ ہرقل نے ایک آدمی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بھیجا، اس وقت آپ تبوک میں تھے۔ مقصد یہ تھا کہ وہ آدمی آپ کی مہر نبوت کا مشاہدہ کرے اور پھر ہرقل کو اس پر مطلع کرے۔ چنانچہ حضرت ابوذر اور عتبہ بن عبد رضی اللہ عنہما تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ دو فرشتوں نے آکر آپ کا سینۂ اقدس چاک کیا، پھر اسے حکمت سے معمور کردیا اور انہی دونوں فرشتوں نے مہر نبوت سے آپ پر مہر کردی۔(۲) لیکن یہ حدیث معروف حدیث عائشہ کے خلاف (اور غیر مقبول) ہے۔

ایک روایت میں یوں ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرما جانے کے بعد آپ کی اس مہر نبوت کو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان سے اُٹھالیا گیا تھا؛ لیکن اس حدیث کی سند میں کافی ضعف ہے۔(۳)

---

(۱) مستدرک حاکم: ۲/۶۰۱۔

☆ بتایا جاتا ہے کہ اسی دن سے یہود محمد عربی، معلم کائنات، محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، آپ کے لائے ہوئے جامع دین اور اس دین سے وابستہ لوگوں سے اللہ واسطے کا حسد کرنے لگے اور آج بھی وہ اسی آگ میں جل رہے ہیں، اور عداوت وحسد کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ دنیا جہان میں بنائے جانے والے یہ کارٹونز، فلمیں اور گستاخی رسول کے اس لائے ہوئے گندے سیلاب کے پیچھے اگر باریک بینی سے جائزہ لیں تو آپ کو کہیں نہ کہیں بدنصیب یہودیوں کی سازش، اُن کی حاسدانہ ذہنیت اور ان کا ہاتھ ضرور دکھائی دے گا۔ -چڑیاکوٹی-

(۲) مستدرک حاکم: ۲/۶۱۶......مجمع الزوائد: ۸/۲۵۵، ۲۵۶۔ (۳) المواہب اللدنیہ: ۱/۱۵۶۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بوقت ولادت کچھ اور نشانیاں: اس کے علاوہ بھی بوقت ولادت بہت سی عجیب وغریب باتیں بیان کی گئی ہیں۔ایک روایت میں ہے کہ آپ کی ولادت کے وقت کچھ نشانیاں تھیں جن میں سے کچھ نشانیاں بیان کرتے ہوئے حضرت آمنہ بنت وہب فرماتی ہیں کہ 'جب وضع حمل ہوا تو جس طرح بچے پیدا ہوتے ہیں اس انداز سے آپ کی ولادت نہ ہوئی بلکہ آپ اس حال میں وارِدِ دنیا ہوئے کہ اپنے ہاتھ کو زمین پر رکھے ہوئے تھے اور اپنے سر کو آسمان کی طرف اُٹھا رکھا تھا'۔(۱)

ایک روایت میں یوں ہے کہ 'جب آپ نے زمین پر اپنے ہاتھ کو رکھا تو اپنی مٹھی میں مٹی بھری'۔بعض قیافہ شناس کہنے لگے کہ یہ تو نیک فال ہے اور اگر یہ سچی ہوئی تو یہ ضرور بالضرور دنیا والوں پر ایک نہ ایک روز غالب آجائیں گے۔

ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ آپ کی ولادت ایک لگن کے نیچے ہوئی، پھر وہ پھٹ گیا اور اہل خانہ نے آپ کو آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے پایا۔

کیا حضور ﷺ مختون پیدا ہوئے؟: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ختنہ شدہ پیدا ہونے کے تعلق سے روایات مختلف ہیں۔بعض روایتوں میں آتا ہے کہ آپ ختنہ شدہ اور کٹی نال کے ساتھ پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ امام حاکم نے فرمایا کہ اس سلسلے میں متواتر روایتیں موجود ہیں۔()ایک روایت میں ہے کہ آپ کے دادا نے آپ کا ختنہ کروایا۔ جب کہ امام احمد کو اس سلسلے میں توقف ہے۔(۲)

علامہ مروزی فرماتے ہیں کہ ابو عبداللہ یعنی امام احمد سے پوچھا گیا کہ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختون پیدا ہوئے تھے تو آپ نے فرمایا: اللہ ہی کو بہتر علم ہے، پھر فرمایا: مجھے اس کا پتا نہیں۔

(۱) طبقات ابن سعد:۱/۱۰۳۔

(۲) مستدرک حاکم:۲/۶۰۲۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہمارے اَحباب میں سے حضرت ابوبکر عبدالعزیز بن جعفر فرماتے ہیں کہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختون ومسرور پیدا ہوئے تھے؛ لیکن ابوعبداللہ اس روایت کو صحیح قرار دینے کا حوصلہ نہیں پاتے!۔

ولادتِ نبوی کا مہینہ: سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے (یومِ ولادت کی طرح) ماہِ ولادت میں بھی قدرے اِختلاف پایا جاتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرو کی ایک روایت میں رمضان بتایا گیا ہے؛ مگر اس کی سند قطعاً درست نہیں۔ بعض نے رجب کا بھی قول کیا ہے؛ مگر یہ بھی صحیح نہیں۔ اور مشہور قول ماہِ ربیع الاوّل کا ہے اور یہی عندالناس معروف ہے۔ حتیٰ کہ علامہ ابن جوزی وغیرہ فرماتے ہیں کہ اسی پر اہل علم کا اتفاق ہے اور یہی جمہور علما کا قول ہے۔

تاریخ ولادتِ نبوی: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (ماہِ ربیع الاوّل کی) کس تاریخ میں پیدا ہوئے؟ اس تعلق سے بھی روایات مختلف ہیں۔ بعض علما فرماتے ہیں کہ اس کا تعین نہیں ہوسکا، بس اتنا معلوم ہے کہ آپ ربیع الاوّل کے مہینے میں سوموار کے روز پیدا ہوئے، اور تاریخ کا کوئی علم نہیں۔ جب کہ جمہور علما اس طرف گئے ہیں کہ آپ کا یومِ ولادت متعین ہے۔

پھر اختلاف ہوگیا کہ دوراتیں اس مہینے سے گزر چکی تھیں۔ بعض نے آٹھویں تاریخ ذکر کی ہے۔ بعض نے دس ربیع الاوّل کہا ہے اور بعض کے مطابق بارہویں ربیع الاوّل ہے۔ بعض کے نزدیک سترہ، بعضوں نے اٹھارہ، اور کچھ نے بائیس ربیع الاوّل کا بھی قول کیا ہے۔ لیکن موخر الذکر دونوں قول صحیح نہیں ہیں۔ اس سلسلے میں مشہور قول علماے جمہور کا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت بارہ ربیع الاوّل کو پیر کے روز ہوئی۔ یہی موقف (معروف واوّلین سیرت نگار) ابن اسحٰق وغیرہ کا بھی ہے۔(۱)

(۱) السیرۃ النبویۃ بتھذیب ابن ہشام: ۱۵۸/۱۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سالِ ولادتِ نبوی: سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سن ولادت کے تعلق سے اکثر علما کا موقف یہی ہے کہ وہ عام الفیل تھا۔ یہ قول قیس بن مخرمہ، قباث بن اشیم اور ابن عباس رضی اللہ عنہم کا ہے۔ اور ابن عباس ہی سے منقول ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ آپ کی ولادت واقعہ فیل کے دن ہوئی؛ مگر اس روایت کو وہمی قرار دیا گیا ہے اور اس سلسلے میں صحیح تر بات یہ ہے کہ آپ کی ولادت واقعہ فیل والے سال میں ہوئی، اور اہل علم کا اس بات پر اِتفاق واِجماع ہے۔

اور مشہور روایت کے مطابق آپ واقعہ فیل کے پچاس دن بعد پیدا ہوئے۔ پچپن دن بعد کی ایک روایت بھی ملتی ہے۔ جب کہ واقعہ فیل کے ایک ماہ، چالیس دن، تیئس دن، دس سال، اور چالیس سال بعد ولادت کی روایات بھی موجود ہیں، اور ایک قول میں ہے کہ آپ عام الفیل کے پندرہ سال پہلے پیدا ہوئے۔ یہ تمام اقوال جمہور علما کے نزدیک محض وہم وگمان ہیں، ان میں سے کوئی بھی مدارِ صحت پر پورا نہیں اُترتا۔

حضرت ابراہیم بن منذر حزامی (م ۲۳۶ھ) کہتے ہیں کہ ہمارے علما میں سے کسی کو اس بات میں شک نہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت عام الفیل میں ہوئی۔ اور حضرت خلیفہ بن خیاط نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔

واقعہ فیل بعثت نبوی کا اِعلامیہ: ہاتھی کا واقعہ دراصل آپ کی نبوت کی موافقت اور آپ کے ظہور و بعثت سے پہلے ایک نشانی کے طور پر ہے۔ سورۃ الفیل کے اندر اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کا ذکر (پوری ایک سورت میں) کرتے ہوئے فرمایا ہے:

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيْلِ ، أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ، وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيْلَ ، تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ، فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ . (سورۂ فیل ۱۰۵/ ۱ تا ۵)

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کیا اس نے ان کے مکروفریب کو باطل وناکام نہیں کر دیا۔ اور اس نے اس پر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

(ہر سمت سے) پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیج دیے۔ جو اُن پر کنکر یلے پتھر مارتے تھے۔ پھر (اللہ نے) ان کو کھائے ہوئے بھوسے کی طرح (پامال) کردیا۔

اس سورت کی پہلی آیت (أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحٰبِ الْفِيْلِ) میں اس خطاب کے سامع کے لیے اِستفہامِ تقریری ہے، اور یہ آیت اس بات کا اِشارہ دے رہی ہے کہ یہ واقعہ اہل عرب میں کافی مشہور تھا اور سبھی اس سے واقف تھے۔ خصوصاً اہل قریش اور اہل مکہ۔ اور شعراے عرب سے بھی یہ بات مخفی نہ تھی کہ اس میں ان لوگوں نے بہت سے معروف اشعار بھی کہے تھے۔

خانۂ کعبہ پر اہل ایمان کا قبضہ' نبوتِ محمدی کی زندہ دلیل: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے ہاتھی کے سردار اور اس کے سائس کو دیکھا ہے کہ وہ دونوں مکہ میں اندھے پن کی حالت میں بھیک مانگا کرتے تھے۔ یہ قصہ جہاں مکہ کی عظمت وحرمت پر دلالت کرر ہا ہے، وہیں اس سے بیت اللہ اور مکہ کا مقام ومرتبہ بھی کھل کر سامنے آرہا ہے۔ اسی واقعے کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ باسعادت ہوئی، جو آپ کی نبوت ورسالت پر ایک قوی برہان ہے۔

کیوں کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقدس گھر کی تعظیم، اس کے حج اور اس میں نماز قائم کرنے کے لیے بھیجے گئے تھے۔ یہی مکہ آپ کا پیارا وطن اور آپ کی جاے پیدائش بھی ہے۔ لیکن آپ کی قوم (اور مکہ کے مادیت گزیدہ سرداروں) نے آپ کو اس وقت مکہ سے نکلنے پر مجبور کردیا جب آپ نے دعوت وتبلیغ اسلام کا آغاز فرمایا اور اہل مکہ کو توحید باری تعالیٰ کی طرف بلایا۔

یہ بات انھیں سخت ناگوار گزری (اور نتیجے میں آپ کو شہر بدر ہونا پڑا)؛ مگر اللہ تعالیٰ نے پھر آپ کو اُن پر غلبہ وتسلط عطا کیا اور مکہ کو آپ کے ہاتھوں فتح کرادیا، اس طرح پورا شہر آپ کے قبضہ واِختیار میں آگیا، اور آپ اہل شہر کی گردنوں کے مالک ہوگئے؛ مگر آپ نے کمالِ شفقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان پر یہ اِحسان کیا کہ سب کو آزاد کردیا اور ان کی غلطیاں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

معاف فرمادیں۔

توسرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس شہر پر قابض ہوجانا، اس کا اکلوتا مالک ہوجانا اور آپ کے بعد آپ کی اُمت کا اس پر قبضہ بحال رکھنا دراصل آپ کی نبوت کے صحیح ہونے کی ایک روشن دلیل ہے؛ کیوں کہ جس نے بھی بیت اللہ کو خراب کرنے اور اس میں خرابی ڈالنے کا اِرادہ کیا، اللہ تعالیٰ نے (ہر دور میں) اسے عبرت کا نشان بنادیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول اور اُن کی محبوب اُمت کو اس خانۂ کعبہ پر قبضہ دلا دیا ہے۔

ایک حدیث مبارک میں آتا ہے کہ ’اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں کو مکہ سے دور رکھا ہے اور اپنے رسول اور اہل ایمان کو اس پر قبضہ دلوا دیا ہے‘۔(۱)

فتح مکہ سے عظمت کعبہ بڑھ گئی: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اُمتی خانۂ کعبہ کی عزت وتوقیر میں کوئی کمی نہیں کرتے، اور اس کا بھرپور اِحترام بجالاتے ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر ایک شخص نے کہا کہ آج کعبہ حلال ہوگیا تو آپ نے اس کا رد فرماتے ہوئے کہا کہ ’نہیں بلکہ آج کعبہ کی عظمت بڑھ گئی‘۔(۲)

جاہلیت کے لوگوں نے حضرت ابراہیم واسماعیل علیہما السلام کے دین میں تبدیلیاں کردی تھیں۔ شرک کی اِبتدا کردی تھی اور بعض مناسک حج میں تحریف کردیا تھا؛ اِس لیے پروردگارِ عالم نے سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی اُمت کو مکہ معظّمہ پر قابض ووارث کردیا تاکہ یہ مکہ کو بتوں سے پاک وصاف کردیں اور دین براہیمی کو اصل حالت پر لے آئیں۔

دعاے براہیم واِسمٰعیل کی حسن قبولیت: اسی کے لیے حضرت ابراہیم اور ان کے صاحب زادے اسماعیل علیہما السلام نے خانۂ کعبہ کی تعمیر کی تھی اور تکمیل کے فوراً بعد دعا مانگی

(۱) صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۱۲...... صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۳۵۵...... سنن ابوداؤد، رقم: ۲۰۱۷۔
(۲) صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۴۲۸۰۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تھی کہ اے پروردگار! ان لوگوں میں انہی میں سے ایسا رسول بھیج، جو ان کو تیری آیات تلاوت کر کے سنائے اور ان کا تزکیہ کر کے انھیں کتاب وحکمت کے اَنوار سے مزین کر دے۔

چنانچہ وہ دعا بارگاہِ الٰہی میں قبول ومنظور ہوئی اور ان میں انہی میں سے اوصافِ حمیدہ وخصائل پسندیدہ سے مزین رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبعوث فرمایا جو کہ حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے ہیں۔ چنانچہ آپ نے خانۂ کعبہ اور اس کے گردونواح کو شرک کی آلودگیوں سے یکسر پاک وصاف کر دیا اور اَمر دین کو ملت ابراہیم حنیف کی طرف لوٹا دیا۔

خانۂ کعبہ مرکز توحید ہے اور اسی کے لیے اس کی بنا ہوئی تھی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَإِذْ بَوَّأْنَا لِإِبْرَاهِيمَ مَكَانَ الْبَيْتِ أَن لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْئاً وَطَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ وَالْقَائِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ . (سورۂ حج:۲۲/۲۶)

اور (وہ وقت یاد کیجیے) جب ہم نے ابراہیم کے لیے بیت اللہ (یعنی خانہ کعبہ کی تعمیر) کی جگہ کا تعین کر دیا (اور انہیں حکم فرمایا) کہ میرے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرانا اور میرے گھر کو (تعمیر کرنے کے بعد) طواف کرنے والوں اور قیام کرنے والوں اور رکوع کرنے والوں اور سجود کرنے والوں کے لیے پاک و صاف رکھنا۔

قرامطہ کا کعبہ پر وقتی قبضہ: رہی بات قرامطہ () کی بیت اللہ پر قبضہ جمانے کی تو یہ دراصل لوگوں کے گناہوں کی سزا کے طور پر تھا۔ وہ اِنہدام کعبہ، یا اس کو کوئی بڑا نقصان پہنچانے اور لوگوں کو حج وزیارت وغیرہ سے روکنے کی غرض سے نہیں پہنچے تھے، جب کہ اصحابِ فیل کا اِرادہ اس سے مختلف تھا، اگر وہ آگے بڑھ جاتے اور قدرت پا لیتے تو یقیناً کعبہ کو ڈھا دیتے اور لوگوں کو حج کی سعادت سے محروم کر دیتے۔ ہاں! قرامطہ نے حجر اسود اور بابِ کعبہ کو ضرور نکال لیا تھا، ساتھ ہی کچھ حاجیوں کو تہ تیغ بھی کیا تھا اور ان کے اَموال

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

بھی چھین لیے تھے؛ لیکن کلی طور پر وہ حاجیوں کو سعادتِ حج سے نہ روک سکے، نہ ہی خانۂ کعبہ کو کلیتاً شہید کرنے پر قدرت پائی، جیسا کہ اصحابِ فیل کی دیرینہ تمنا تھی۔(۱)

پھر اللہ تعالیٰ کا قہر نازل ہوا تو اس نے انھیں ذلت وخواری کا نشان بنا دیا، ان کی عزتیں خاک میں ملادیں اور اُن کے رازہائے سربستہ فاش فرمادیے۔ اور بیت اللہ اپنی دیرینہ عظمت وشوکت پر باقی رہا۔ اور اس میں حج، عمرے اور نمازیں بدستور جاری ہیں، بفضل خداوندی کوئی چیز رکی نہیں۔ ہاں! صرف اتنا ہوا کہ انھوں نے عراقی حاجیوں کو اتنا خوف زدہ کر دیا تھا کہ چند سال وہ حج پر نہ آسکے، پھر ان کے حج وزیارت کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ (کی سنت کریمہ ہے کہ وہ) ہمیشہ اپنے بندوں کو آزمائش میں ڈالتا رہتا ہے، اور جس طرح چاہتا ہے بندوں کو آزماتا ہے (کہ وہ قادرِ مطلق ہے) لیکن اس کا دین ہمیشہ محفوظ رہتا ہے اور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت میں ایک گروہ ہمیشہ ایسا موجود رہے گا جو اللہ کے دین کو مستحکم رکھے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت انھیں رسوا نہیں کرسکتی اور نہ کوئی نقصان پہنچا سکتی ہے؛ یہاں تک کہ حکم الٰہی آجائے گا اور اسی حالت پر ہوں گے۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

---

(۱) **القَرَامِطَۃُ**: حمدان قرمط کی طرف نسبت کرتے ہوئے یہ قرامطہ کہلاتے ہیں۔ یہ ان کا سرخیل تھا، اسی کے گروہ سے ابوسعید جنابی، پھر اس کا بیٹا ابوطاہر سلیمان بن حسن قرمطی جنابی اُٹھا جس نے ۳۱۷ھ میں حرم کعبہ کے اندر حاجیوں کا خون مباح کر دیا تھا۔ زبردست لوٹ مار مچائی تھی۔ سنگ اسود کو اس کے مرکز سے نکال کر ہجر بھیج دیا جہاں اسے کوئی بیس سال تک رکھا گیا، پھر واپس لاکر اس کے مرکز میں رکھ دیا گیا۔ چاہِ زمزم کو حاجیوں کی لاشوں سے پاٹ دیا گیا۔ یہ سب کرنے کے بعد ابوطاہر کعبہ کی چھت پر چڑھا اور چیخ کر کہنے لگا:

أنـــا بالله و بالله أنـــا بخلق الخلق وأفنيهم انا

پھر اس نے دیوارِ کعبہ کو ننگا کیا۔ باب کعبہ کو اُکھاڑا۔ اور کثرت سے جان و مال کو نقصان پہنچایا۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: المنتظم لابن جوزی: ۳۳۶/۶...... الکامل لابن اثیر: ۱۴۳/۸...... سیر اعلام النبلاء ذہبی: ۳۲۰/۱۵۔

-چریاکوٹی-

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِؤُوا نُورَ اللّٰهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللّٰهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُونَ ، هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدٰى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ . (سورۂ توبہ: ۹/۳۲،۳۳)

وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنی پھونکوں سے بجھا دیں اور اللہ (یہ بات) قبول نہیں فرماتا مگر یہ (چاہتا ہے) کہ وہ اپنے نور کو کمال تک پہنچا دے اگر چہ کفار (اسے) ناپسند ہی کریں۔ وہی (اللہ) ہے جس نے اپنے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہدایت اور دینِ حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس (رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہر دین (والے) پر غالب کر دے اگر چہ مشرکین کو برا لگے۔

قیامت کب اور کن پر آئے گی؟ فرمانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے کہ یاجوج ماجوج کے خروج کے بعد بھی خانۂ کعبہ کا حج وعمرہ جاری رہے گا، یہاں تک کہ حبشی بیت اللہ کو شہید کر کے اس کے پتھروں کو سمندر میں پھینک دیں گے۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیج کر جملہ مومنین کی روحیں قبض کر چکا ہوگا، اور روئے زمین پر اس وقت کوئی کلمہ پڑھنے والا موجود نہ ہوگا۔ قرآن سینوں اور مصحفوں سے نکالا جا چکا ہوگا، اور دنیا میں کہیں بھی نہ قرآن باقی نہ رہے گا، اور نہ ایمان اور نہ ہی خیر کی کوئی بات ہوگی، اس وقت قیامت بپا ہوگی اور قیامت بدترین لوگوں پر آئے گی۔ (۱)

سوموار کے دن کی کچھ اَور خصوصیات: سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو یہ ارشاد فرمایا تھا کہ 'یہ وہی دن ہے جس میں مجھ پر نزولِ نبوت ہوا تھا' تو اس سے مراد دراصل سوموار کا دن ہے۔

مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک روایت آئی ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوموار کے دن پیدا ہوئے، اسی دن آپ کو نبوت عطا ہوئی،

(۱) صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۵۹۱......صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۹۴۹......مسند احمد بن حنبل: ۱/۴۳۵۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسی دن مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی، اسی دن مدینہ منورہ میں داخل ہوئے، اسی دن دنیا سے رخصت ہوئے، اور اسی دن حجر اَسود کو بھی رکھا۔(۱)

ابن اِسحٰق کے بقول جمعہ کے دن نبوت کو نزول کیا گیا؛ (مگر یہ درست نہیں) اور حدیث ابوقتادہ انصاری ان کے اس قول کی تردید کررہی ہے۔(۲)

ابتداے نبوت کا مہینہ: یہ بات بھی مختلف فیہ ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا آغاز کس مہینے سے ہوا تھا۔ بعض ماہ رمضان، اور بعض ماہ رجب کو قرار دیتے ہیں مگر یہ درست نہیں۔ اور بعض نے ربیع الاول کا قول کیا ہے۔ جب کہ بعض کا کہنا ہے کہ ربیع الاوّل کی آٹھ تاریخ کو پیر کے دن آپ کو نبوت عطا کی گئی تھی۔(۳)

اسی طرح ماہِ معراج کے تعلق سے بھی اہل علم کی مختلف آرا ہیں۔ بعض علما نے ماہِ رجب کو قرار دیا ہے (اور یہی عندالعوام والخواص مشہور و مروّج ہے)۔ جب کہ حضرت ابراہیم حربی (م ۲۸۵ھ) وغیرہ کا کہنا ہے کہ وہ ربیع الاوّل کا مہینہ تھا۔

دخولِ مدینہ ووفات کا مہینہ: سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ میں داخل ہونے اور آپ کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے تعلق سے بھی اختلاف ہے۔ ہاں! ربیع الاول میں تو سبھی کا اِتفاق ہے؛ لیکن مہینے کی تاریخ کے تعین میں روایتیں مختلف ہیں۔

---

(۱) مسند احمد بن حنبل: ۱/۲۷۷۔

(۲) السیرۃ النبویۃ: ۱/۲۳۹، ۲۴۰۔

(۳) اس باب میں مصنف نے نبوت کے آغاز کی بات کی ہے اور اس میں مختلف اقوال پیش کیے ہیں۔ جب کہ علامہ موصوف اسی کتاب کے آغاز میں متعدد اَحادیث کی روشنی میں یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت بھی نبی تھے جب ابھی حضرت آدم روح اور جسم کے درمیان یا مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔ تو جب آپ کے لیے نبوت اسی وقت سے ثابت ہے تو یہاں کس نبوت کے آغاز وابتدا کی بات ہورہی ہے!۔ ہاں! اگر اس سے مراد اعلانِ نبوت ہے تو وہ شے دیگر است۔ اور بظاہر یہاں مصنف کی یہی مراد معلوم ہورہی ہے۔ واللہ اعلم -چریاکوٹی-

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

وجودِ مصطفےٰ خزانۂ قدرت کی سب سے بڑی نعمت: ایک مرتبہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیر کے روزے کی بابت دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا: یہی وہ مہینہ ہے جس میں میری ولادت ہوئی اور مجھ پر نبوت نازل کی گئی۔اس حدیث سے دراصل بتانا یہ مقصود ہے کہ جس کسی دن بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی نعمت اپنے بندوں پر آئی ہوتو اس دن (بطورِ شکرانہ) روزہ رکھنا مستحب ہے۔تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اِس جہان میں بھیجا جانا دراصل اللہ تعالیٰ کا اس اُمت پر بہت بڑا اِنعام واحسان ہے۔اوراس احسان عظیم کا ذکراللہ تعالیٰ نے خود کیا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ إِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلاً مِّنْ أَنفُسِهِمْ .

(سورۂ آل عمران:۳/۱۶۴)

بیشک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے (عظمت والا) رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھیجا۔

وجودِ مصطفےٰ کی شکل میں اُمت کو جو عظیم انعامِ الٰہی نصیب ہوا، یہ اتنا بڑا انعام ہے کہ اس کے آگے آسمانوں، زمینوں، ہواؤں، چاندسورج، شب وروز، بارشوں کا برسنا اور سبزوں کا اگنا کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتا؛ کیوں کہ یہ نعمتیں جملہ اولادِ آدم کے لیے عام ہیں۔ ان سے وہ لوگ بھی فائدے اُٹھاتے ہیں جو اللہ ورسول کی توحیدورسالت کو جھٹلاتے ہیں، آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور انعاماتِ الٰہیہ کا کھلے بندوں انکار کرتے ہیں۔

جب کہ رسالت محمدی کی برکت سے دنیا وآخرت کے مصالح ومقاصد کی تکمیل ہوگئی۔ اوراس نعمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کا دین کامل ہوگیا، جس دین کواس نے اپنے بندوں کے لیے پسند کیا تھا۔ یہ اسی دین سے وابستگی کی برکت ہے کہ اہل ایمان کو دنیا وآخرت میں سرخروئی نصیب ہوگئی۔تو جس دن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے مومن بندوں پراس نعمت کے ذریعہ انعام فرمایا تواس دن روزہ رکھنا یقیناً خوب (باعث برکت وثواب) ہوگا۔اورایسا اس لیے کیا جاتا ہے کہ جب کسی وقت کوئی نعمت ملتی ہے تواس کوشکرالٰہی کے ذریعہ دراصل

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تازہ و زندہ کیا جاتا رہتا ہے۔

دوشنبہ کے روزہ پر صومِ عاشورا سے اِستشہاد: اس کی نظیر میں عاشورا کے روزے کو پیش کیا جاسکتا ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ پیغمبروں پر گوناگوں انعامات فرمائے کہ نوح علیہ السلام کو کشتی کے ذریعہ نجات دیتے ہوئے غرق آب ہونے سے بچالیا گیا۔ یوں ہی موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون کے لشکر سے بچا کر فرعون اور اس کی قوم کو غرق آب کردیا گیا۔ تو اس موقع پر اللہ کے شکرانے کے طور پر حضرت نوح و موسیٰ علیہما السلام نے روزہ رکھا تھا۔ ان برگزیدہ پیغمبروں کی اتباع میں تاجدارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی یومِ عاشورا کا روزہ رکھا اور یہودیوں سے کہہ دیا کہ ہم تمھاری نسبت حضرت موسیٰ کے بارے میں زیادہ حق دار ہیں۔ چنانچہ آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی رکھنے کا حکم دیا۔(۱)

دوشنبہ و جمعرات کی اہمیت: حضرت عائشہ، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم اجمعین سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوشنبہ اور جمعرات کا روزہ رکھا کرتے تھے۔(۲)

حضرت اُسامہ کی روایت میں ہے کہ انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روزوں کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا:

> پیر اور جمعرات کو چوں کہ بندوں کے اعمال بارگاہِ خداوندی میں پیش ہوتے ہیں؛ اس لیے میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرے اعمال روزے کی حالت میں پیش ہوں۔(۳)

---

(۱) صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۲۰۰۴...... صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۱۳۰۔

(۲) سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۷۴۵...... سنن نسائی: ۲۰۲/۴۔

(۳) مسند احمد بن حنبل: ۱۹۹/۵...... سنن نسائی: ۲۰۱/۴...... جامع ترمذی، رقم الحدیث: ۷۴۷۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روزوں کی بابت استفسار کیا تو آپ نے فرمایا:

> ان دونوں دنوں میں ہر مسلمان کی مغفرت کردی جاتی ہے، سوائے روٹھے ہوئے شخصوں کی کہ ان کے تعلق سے حکم ہوتا ہے کہ انھیں اس وقت تک چھوڑے رکھو جب تک وہ آپس میں صلح نہ کرلیں۔(۱)

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ہر دوشنبہ اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، اور ہر اس بندے کی مغفرت کردی جاتی ہے جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا؛ مگر وہ آدمی نہیں بخشا جاتا جس نے اپنے بھائی سے لڑائی کررکھی ہو۔ ان کے متعلق ارشاد ہوتا ہے کہ ان دونوں کو مہلت دیے رکھو، یہاں تک کہ یہ دونوں باہم صلح کرلیں۔(۲)

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ دوشنبہ اور جمعرات کو بندوں کے اعمال اُٹھائے جاتے ہیں تو بخشش چاہنے والوں کی بخشش کردی جاتی ہے، اور دل میں کینہ رکھنے والوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جاتا ہے (یعنی وہ مغفرت سے محروم رہتے ہیں)۔(۳)

مسند احمد میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

> اَولادِ آدم کے اعمال شب جمعہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں تو اس میں رشتے کاٹنے والوں کے عمل قبول نہیں کیے جاتے۔(۴)

---

(۱) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۷۴۰...... مسند احمد بن حنبل: ۳۲۹/۲۔
(۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۵۶۵...... سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۴۹۱۶...... سنن ترمذی، رقم ۲۰۲۳۔
(۳) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۶۵/۸۔
(۴) مسند احمد ابن حنبل: ۴۸۴/۳...... الادب المفرد، بخاری، رقم الحدیث: ۴۱۱۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایک تابعی کے بارے میں آتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کے سامنے بیٹھے رو رہے تھے اور ان کی بیوی بھی رو رہی تھی۔ وہ کہنے لگے: آج کا دن دراصل اللہ تعالیٰ کے سامنے ہمارے اعمال پیش کیے جانے کا دن ہے تو ہائے افسوس اس شخص پر جس کے اعمال رائیگاں چلے گئے۔ اور وہ شخص بھی قابل ملامت ہے جو راہِ راست سے ہٹ جائے۔ امتحان لینے والا دیکھ رہا ہے۔ افسوس ہے اس پر جو لمبی لمبی اُمیدیں باندھ کر اپنی زندگی کو بلا وجہ ضائع کر رہا ہے۔ لوگو! اپنی زندگی سے کب تک کھیلواڑ کرتے رہو گے، آنکھیں کھولو اور دیکھو کہ زندگی بڑی مختصر ہے۔ شاعر نے اس موقع پر بڑی پیاری بات نظم کی ہے ؎

صروف الحتف مترعة الكؤوس تــدار عـلى الرعايا والرؤوس

فـلا تتبع هواک فکل شخص يصيـر إلى بـلى وإلى دروس

وخـف من هـول يوم قمطرير مـخـوف شـره ضنک عبوس

فمـالک غير تقـوى الله زادا وفعـلـک حين تقبر من أنيس

فـحـسنه ليعـرض مستقيـمـا ففي الاثنين يعرض والخميس

یعنی موت کی مصیبت بس آنے ہی والی ہے جو تمام لوگوں پر پھر کر رہے گی۔ لہٰذا اپنی خواہشات کا پجاری نہ بن، ہر آدمی مصیبت اور فنا کی طرف پھرنے والا ہے۔ اس دن کی ہولناکی سے ڈرو جو بڑا سخت دن ہوگا، اس دن کا شر ڈرانے والا ہوگا، وہ دن بڑا تنگ اور سخت ہوگا۔ تجھے کیا ہوگیا کہ تو نے تقویٰ کا توشہ نہیں لیا اور جب قبر میں تو رکھا جائے تو تیرا عمل تیرا ساتھی نہ ہوگا۔ تو اپنے عمل اچھے کرلے تاکہ جب وہ بارگاہِ الٰہی میں پیش ہوں تو درست ہوں اور یاد رکھنا کہ دوشنبہ اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تیسری مجلس

حضور ﷺ کے وصال کے بیان میں

رازدانِ نبی' ابوبکر صدیق: صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دفعہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوکر ارشاد فرمانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اِختیار دے دیا ہے کہ چاہے تو اسے دنیا کی زیب وزینت دے دی جائے، یا پھر اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ ہے اس کو اختیار کرلے، تو اللہ کے اس بندے نے جو کچھ خداوند قدوس کے پاس موجود ہے اس کو اختیار کرلیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بہت روئے، اوراشک بار پلکوں کے ساتھ عرض کیا کہ یارسول اللہ ہم نے اپنے ماں باپ آپ پر قربان کردیے۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ ماجرا دیکھ کر ہمیں بڑی حیرت ہوئی اور لوگ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے کہ ذرا اس شیخ (یعنی ابوبکر صدیق) کو دیکھو کہ حضور تو کسی بندے کی بابت خبر دے رہے ہیں کہ اس کو زینت دنیا یا دولت عقبیٰ لینے کا اختیار دیا گیا۔ اور یہ کہتے ہیں کہ ہمارے ماں باپ آپ پر وارے جائیں یارسول اللہ!۔

راوی کہتے ہیں کہ (پھر ہمیں یہ بات بہت بعد میں پتا چلی کہ) جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا وہ خود نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ گرامی تھی۔ اور سیدنا ابوبکر نے اس راز کو اُسی وقت جان لیا تھا!۔

حضرت ابوبکر کا اِسلام ومسلمین پر احسانِ عظیم: (حضرت ابوبکر صدیق کے تعلق سے) سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ 'لوگوں میں سب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سے زیادہ رفاقت و دولت کے لحاظ سے مجھ پر احسان ابوبکر کا ہے۔ اگر میں اہل دنیا سے کسی کو اپنا خلیل بناتا تو وہ یقیناً ابوبکر ہوتے؛ لیکن اسلامی بھائی چارہ (سب سے بہتر) ہے۔ مسجد میں آنے والے سارے دروازے بند کر دو، سوائے ابوبکر صدیق کے دروازے کے'۔(۱)

موت سے کس کو رُستگاری ہے!: یہ بات لوحِ دل پر نقش کر لینی چاہیے کہ ہر ذی روح کو ایک نہ ایک دن وادیِ موت میں اُترنا ہے، خواہ وہ انبیا و مرسلین ہوں یا کوئی اور۔ اللہ جل مجدہ نے اپنے پیارے محبوب دانائے غیوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں فرمایا :

إِنَّکَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ . (سورۂ زمر:۳۹/۳۰)

(اے حبیبِ مکرم!) بے شک آپ کو (تو) موت (صرف ذائقہ چکھنے کے لیے) آنی ہے☆ اور وہ یقیناً (دائمی ہلاکت کے لیے) مردہ ہو جائیں گے (پھر دونوں موتوں کا فرق دیکھنے والا ہوگا)۔☆

ارشاد فرمایا :

وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِکَ الْخُلْدَ أَفَإِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُونَ ، كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَّإِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ . (سورۂ انبیا:۲۱/۳۴، ۳۵)

---

(۱) صحیح بخاری، رقم الحدیث:۳۶۵۴...... صحیح مسلم، رقم الحدیث:۲۳۸۲۔

☆ جس طرح آیت:۲۹ میں دی گئی مثال کے مطابق دو افراد کے احوال قطعاً برابر نہیں ہوں گے، اسی طرح ارشاد فرمایا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات اور دوسروں کی موت بھی ہرگز برابر یا مماثل نہیں ہوں گی۔ دونوں کی ماہیت اور حالت میں عظیم فرق ہوگا۔ یہ مثال اسی مقصد کے لیے بیان کی گئی تھی کہ شانِ نبوت کے باب میں ہمسری اور برابری کا گمان کلیتاً رد ہو جائے۔ جیسے ایک مالک کا غلام صحیح اور سالم رہا اور بہت سے بدخو مالکوں کا غلام تباہ حال ہوا، اسی طرح اے حبیبِ مکرم! آپ تو ایک ہی مالک کے برگزیدہ بندے اور محبوب و مقرب رسول ہیں سو وہ آپ کو ہر حال میں سلامت رکھے گا اور یہ کفار بہت سے بتوں اور شریکوں کی غلامی میں ہیں سو وہ انہیں بھی اپنی طرح دائمی ہلاکت کا شکار کر دیں گے۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور ہم نے آپ سے پہلے کسی اِنسان کو (دنیا کی ظاہری زندگی میں) بقاے دوام نہیں بخشی، تو کیا اگر آپ (یہاں سے) اِنتقال فرما جائیں تو یہ لوگ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے، اور ہم تمہیں برائی اور بھلائی میں آزمائش کے لیے مبتلا کرتے ہیں، اور تم ہماری ہی طرف پلٹائے جاؤ گے۔

ارشاد فرمایا :

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ وَمَنْ يَّنقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْئًا وَّسَيَجْزِى اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ . (سورۂ آل عمران:۳/۱۴۴)

اور محمد (ﷺ بھی تو) رسول ہی ہیں (نہ کہ خدا)، آپ سے پہلے بھی کئی پیغمبر (مصائب اور تکلیفیں جھیلتے ہوئے اس دنیا سے) گزر چکے ہیں، پھر اگر وہ وفات فرما جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو کیا تم اپنے (پچھلے مذہب کی طرف) اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے!۔ اور جو کوئی اپنے الٹے پاؤں پھرے گا تو وہ اللہ کا ہرگز کچھ نہیں بگاڑے گا، اور اللہ عنقریب (مصائب پر ثابت قدم رہ کر) شکر کرنے والوں کو جزا عطا فرمائے گا۔

فلسفۂ جسم وروح: اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مٹی سے پیدا فرمایا پھر ان میں اپنی روح کا چراغ روشن کیا۔ تو وہ روح حضرت آدم اور اولادِ آدم کے جسموں میں اس دنیا کے اندر بس وقتی طور کے لیے رکھی گئی ہے۔ کوئی وقت جاتا ہے کہ وہ روح بنی آدم کے جسموں سے نکال لی جائے گی اور ان کے جسموں کو اسی مٹی سے ملا دیا جائے گا جن سے ان کی پیدائش ہوئی تھی۔ اور اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ وہ جسموں کو دوبارہ زمین میں لوٹائے گا، اور ان میں دوبارہ اپنی روح ڈال کر انھیں حیاتِ دائمی عطا کرے گا، پھر انھیں اس طرح ہمیشگی کے گھر میں رکھا جائے گا کہ روح کبھی کالبدِ جسم سے باہر نہ آ سکے گی۔ فرمانِ باری تعالیٰ ہے :

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ . (سورۂ اعراف: ۲۵/۷)

تم اسی (زمین) میں زندگی گزارو گے اور اسی میں مرو گے اور (قیامت کے روز) اسی میں سے نکالے جاؤ گے۔

ارشاد فرمایا:

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى .

(سورۂ طٰہٰ: ۵۵/۲۰)

(زمین کی) اسی (مٹی) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے، اور اسی سے ہم تمہیں دوسری مرتبہ (پھر) نکالیں گے۔

ارشاد فرمایا:

وَاللّٰهُ أَنبَتَكُم مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ، ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا . (سورۂ نوح: ۱۷/۷۱، ۱۸)

اور اللہ نے تمہیں زمین سے سبزے کی مانند اگایا۔ پھر تم کو اسی (زمین) میں لوٹا دے گا اور (پھر) تم کو (اسی سے دوبارہ) باہر نکالے گا۔

جیسے زمین سبزے اُگاتی ہے ویسے ہی حکم خدا پا کر مردے اُٹھائے گی: ان آیات میں ہمیں یہ دکھایا گیا ہے کہ اس دنیا میں جس طرح کھیتیاں اُگتی ہیں، اسی طرح ہمارے جسم بھی مٹی سے دوبارہ زندہ نکل آئیں گے جیسے اللہ تعالیٰ زمین کو اس کے مردہ (یعنی بنجر) ہونے کے بعد بارش کے ذریعہ زندہ فرما دیتا ہے۔ یہ بالکل اسی طرح ہے جیسے بندوں کے جسموں سے جب ان کی روحیں حالت نیند میں قبض کر لی جاتی ہیں تو بیداری میں ان کو پھر لوٹا دیا جاتا ہے۔ قرآن اس کی گواہی دے رہا ہے:

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْأَنفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرٰى إِلَى أَجَلٍ مُسَمًّى إِنَّ فِي ذٰلِكَ لَآيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ . (سورۂ زمر: ۴۲/۳۹)

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے اور ان (جانوں) کو جنہیں موت نہیں آئی ہے ان کی نیند کی حالت میں، پھر ان کو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم صادر ہو چکا ہو اور دوسری (جانوں) کو مقررہ وقت تک چھوڑے رکھتا ہے۔ بے شک اس میں ان لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔

مسند بزار میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے جب کہ وہ اپنی نمازوں سے سوتے رہ گئے تھے، فرمایا: اے لوگو! یہ روحیں بندوں کے جسموں میں عاریتاً ہیں، اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے ان کو روک لیتا ہے اور جب چاہے ان کو جسموں میں چھوڑ دیتا ہے۔(۱)

استعدی للموت یا نفس وأسـ عی للنجاة فالحازم المستعد
قــد تیقنت أنـه لیس للحـ ی خـلـود ولا مـن الموت بُد
إنمـا أنت مـستعـیرة ما سو ف تـردین والعـواری تـرد

یعنی اے نفس! موت کے لیے تیار ہو جاؤ، اور نجات کی کوشش میں لگ جاؤ؛ کیوں کہ لذتوں کو توڑ ڈالنے والی موت آنے کے لیے تیار ہے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ نہ تو کسی زندہ کو یہاں باقی رہنا ہے اور نہ ہی موت سے بچ نکلنے کا کوئی چارہ ہے۔ اے نفس! تو یہاں تھوڑے عرصے کے لیے ہے، پھر جلد ہی تجھ کو لوٹا دیا جائے گا کہ مانگی ہوئی چیز بہر صورت لوٹانی ہی پڑتی ہے۔

فمـا أهـل الحیاة لنا بأهـل و لا دار الـفنـاء لـنـا بدار
ومـا أموالنا والأهل فیهـا ولا أولادنـا إلا عـواری
وأنفسنـا إلى أجـل قریب سیأخذها المعیر من المعار

یعنی زندہ لوگوں میں کوئی ہمارے اہل خانہ نہیں ہیں اور نہ ہی اس فنا کے گھر دنیا میں ہمارا کوئی گھر ہے۔ ہمارے مال، ہماری اولاد اور ہمارے گھر والے سب کے

(۱) کشف الاستار عن زوائد البزار، ہیثمی، رقم الحدیث: ۲۹۶۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سب اُدھار ہیں۔ ہماری جانیں موت کے بالکل قریب ہیں۔ اور اُدھار دینے والا بہت جلد اپنی اُدھار دی ہوئی چیزوں کو واپس لینے والا ہے۔

جسم وروح کا باہمی تعلق: جب جسم سے روح نکلتی ہے تو بہت شدید تکلیف کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور یہ تکلیف جسم وروح دونوں محسوس کرتے ہیں؛ کیوں کہ روح کا تعلق جسم سے ہے اور اس کو جسم سے الفت ہے۔ جب روح جسم میں داخل ہو جاتی ہے تو اس کی جسم سے الفت شدید تر ہوتی جاتی ہے، اور اس کا اس جسم سے اِمتزاج ہو جاتا ہے، گویا کہ وہ دونوں مل کر ایک ہی چیز بن جاتے ہیں، پھر وہ دونوں جدائی برداشت نہیں کر پاتے، سوائے اس کے کہ ان کو جدا کرنے کے لیے انتہائی کوشش کی جائے اور ایک نا قابل برداشت تکلیف سے دوچار ہوا جائے۔ ابن آدم ایسی تکلیف جیتے جی کبھی نہیں چکھ پاتا۔ اسی فلسفے کی طرف معروف آیت میں اشارہ کیا گیا ہے :

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ۔ (سورۂ آل عمران: ۱۸۵/۳......سورۂ انبیاء: ۳۵/۲۱ ......سورۂ عنکبوت: ۵۷/۲۹)

ہر جان، موت کا مزہ چکھنے والی ہے۔

حضرت ربیع بن خثیم فرمایا کرتے تھے کہ لوگو! موت کو زیادہ سے زیادہ یاد کرو، (اور اس کے لیے تیاری کرو) کہ تم نے موت کا سا ذائقہ موت کے آنے سے پہلے نہیں چکھا۔

عالم جاں کنی کی وحشتیں: موت کی تکلیف اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب مرنے والے کو اس بات کا اِحساس ہو جاتا ہے کہ اب جسم وروح کا تعلق ٹوٹ جائے گا، اور وہ ایک حسرت آفریں نعش بن جائے گا، جسے کیڑے مکوڑے کھا ڈالیں گے اور مٹی اس کے جسم کو بوسید کر ڈالے گی، یہاں تک کہ وہ خود مٹی بن جائے گا۔

اس پر مستزاد یہ کہ اسے اپنے سے جدا ہونے والی روح کا بھی پتا نہیں ہوتا کہ اس کا ٹھکانہ کہاں ہوگا۔ آیا وہ جنت میں جائے گی یا جہنم میں۔ اس لیے اگر مرنے والا عاصی وخاطی ہو اور اخیر وقت تک گناہ پر ڈٹا رہا تو غالب گمان یہی ہے کہ اس کی روح جہنم کے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

گڑھے میں ڈال دی جائے گی، تو یہ سوچ کر اس کی حسرت و تکلیف مزید چند آتشہ ہو جاتی ہے۔ اور بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسی دوران اس کو دوزخ میں اس کا ٹھکانہ بھی دکھا دیا جاتا ہے، یا آتش جہنم میں جلنے کی خبر وحشت اَثر دے دی جاتی ہے، تو ایسے موقع پر موت کی تکلیف کے ساتھ اپنے برے ٹھکانے کا سوچ کر وہ دردوالم کا گویا پیکر بن جاتا ہے، اور مندرجہ ذیل فرمانِ باری تعالیٰ کا مفاد یہی ہے :

وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ . (سورۂ قیامہ:۷۵/۲۹)

اور پنڈلی سے پنڈلی لپٹنے لگے۔

اس کی تفسیر کثرت سے سلف صالحین نے یہ کی ہے کہ اس پر سکراتِ موت کے ساتھ دنیا کے چھوٹنے کی حسرت بھی اکٹھا ہو جاتی ہے۔ اس وقت اس کا کیا حال ہوگا، اس کے بارے میں بتانے کا بھلا کسے یارا ہوگا!۔

اللہ تعالیٰ نے موت کی تکلیف کے لیے قرآن میں سکرۃ کا لفظ استعمال فرمایا ہے، جس کے معنی مدہوشی کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ موت کی تکلیف اور موت کے لوازمات مرنے والے کو مدہوش کر دیتے ہیں اور عام طور پر اس کی عقل غائب ہو جاتی ہے۔ ارشاد فرمایا :

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ .

(سورۂ ق:۵۰/۱۹)

اور موت کی بے ہوشی حق کے ساتھ آ پہنچی۔ (اے انسان!) یہی وہ چیز ہے جس سے تو بھاگتا تھا۔

بقولِ شاعر ؎

أﻻ للموت كأس أی كأس — وأنت لكأسه ﻻ بد حاسی

إلی كم والممات إلی قريب — تذكر بالممات وأنت ناسی

یعنی یاد رکھنا کہ موت کے لیے ایک پیالہ ہے، مگر کیسا پیالہ، تو جلد ہی اس پیالے کے بارے میں جاننے والا ہے۔ کب تک سرکشی مست رہو گے، موت بہت قریب

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

آ پہنچی ہے۔ تجھے موت یاد دلائی جاتی ہے، پھر تو اسے بھول جاتا ہے۔

موت کی یاد سے اِک لمحہ نہ غافل ہونا: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے موت کو زیادہ سے زیادہ یاد کرنے کا ہمیں حکم دیا ہے۔ایک موقع پر ارشاد فرمایا :

أكثروا ذكر هادم اللذات [يعنى] الموت .

یعنی لذتوں کا قلع قمع کر دینے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کرو۔(۱)

ایک حدیث مرسل میں آتا ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ایسی مجلس سے گزرے کہ جہاں سے ہنسنے کی آواز بلند ہو رہی تھی تو آپ نے فرمایا :

شوبوا مجلسكم بذكر مكدر اللذات، الموت .

یعنی اپنی مجلسوں میں لذتوں کا نشہ اُتار دینے والی چیز موت کی یاد داخل کرو۔(۲)

موت کو زیادہ سے زیادہ یاد کرنے میں کئی فائدے ہیں۔موت کے آنے سے پہلے آدمی موت کی تیاری کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔اپنی اُمیدوں کا دائرہ کم سے کم کر دیتا ہے۔ تھوڑی روزی پر قناعت کر لیتا ہے۔دنیا سے اس کا دل اُچاٹ ہو جاتا ہے۔آخرت پانے کی اس میں للک پیدا ہو جاتی ہے۔مصائب دنیا اس پر آسان ہو جاتے ہیں۔ برائی و تکبر سے رک جاتا ہے۔اور دنیا کی لذتوں میں الجھنے سے بچ جاتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے جسے ابن حبان وغیرہ نے بھی اپنی صحیح میں نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے صحف' عبرت و نصیحت سے بھرے ہوئے تھے،جن میں ایک بات یہ بھی تھی :

'مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسے موت کا یقین ہے، پھر وہ کیسے خوشیوں میں مست رہتا ہے۔ مجھے حیرت ہے اس انسان پر جسے دوزخ کا یقین ہے، پھر وہ کیسے قہقہے

(۱) سنن ترمذی،رقم الحدیث:۲۳۰۷......سنن ابن ماجہ،رقم الحدیث:۴۲۵۸۔

(۲) جامع صغیر،سیوطی،رقم الحدیث:۴۹۰۸۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لگا تا ہے۔ مجھے حیرانی ہے اس آدمی پر جسے تقدیر پر یقین ہے، پھر وہ کیوں غم کرتا ہے۔ مجھے استعجاب ہے اس بندے پر جو دیکھ رہا ہے کہ دنیا کس تیزی سے ختم ہو رہی ہے، اوراہل دنیا کے حالات بگڑتے جا رہے ہیں، پھر بھی وہ دنیا پر کیسے مطمئن ہو جاتا ہے'۔(۱)

روایتوں میں آتا ہے کہ دو بچوں کے لیے رکھے گئے ایک خزانے میں سونے کی ایک تختی ملی تھی، اس کے اندر بھی ایسا ہی کچھ لکھا ہوا تھا۔

تابعی کبیر حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ موت نے عیش وعشرت کی زندگی گزارنے والوں کی زندگیاں غارت کردی؛ لہٰذا ایسا عیش تلاش کرو جس میں موت وزوال نہ ہو۔ پھر فرماتے ہیں کہ موت نے دنیا کو ذلت وخواری سے ہمکنار کر دیا۔ الغرض! موت نے کسی عقل کے لیے کوئی خوشی نہ چھوڑی۔

موت کی یاد نے زندگی کی لذتیں چھین لیں: ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ موت کی یاد ہر عیش کی لذت لے گئی، اور ہر نعمت کا کیف اس نے چھین لیا۔ پھر روتے ہوئے کہنے لگے: کتنا اچھا ہے وہ گھر جس میں موت نہ ہوگی۔ بقولِ شاعر ؎

أذکر الموت هادم اللذات　　　وتهیأ لمصرع سوف یأتی

یعنی موت کو ہمیشہ یاد رکھو کیوں کہ وہ لذتوں کو کاٹ ڈالتی ہے۔ اور اکھاڑے میں اُترنے کے لیے تیار رہو کہ موت کسی بھی وقت آسکتی ہے۔

ایک دوسرے شاعر نے موت کی منظرکشی یوں کی ہے ؎

یا غافل القلب عن ذکر المنیات　　　عما قلیل ستلقی بین أموات
فاذکر محلک من قبل الحلول به　　　وتب إلی اللّٰه من لهو ولذات
إن الحمام له وقت إلی أجل　　　فاذکر مصائب أیام وساعات
لا تطمئن إلی الدنیا وزینتها　　　قد آن للموت یا ذا اللب أن یأتی

(۱) صحیح ابن حبان: ۶۵/۲، رقم الحدیث: ۳۶۱۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یعنی اے موت کی یاد سے غفلت برتنے والے دل! بس کوئی وقت جاتا ہے کہ تو خود کو مردوں کے درمیان پائے گا۔اس جگہ پہنچنے سے پہلے اس کو خوب یاد کرو اور بارگاہِ الٰہی میں کھیل کود اور خواہشاتِ نفسانی سے سچی توبہ کرو۔ بے شک موت کا ایک وقت ہے، وہ اپنے وقت ہی پر آئے گی۔ تاہم تجھے چاہیے کہ شب و روز میں آنے والے مصائب کو ذہن میں رکھ۔ دنیا اور اس کی زینت پر مطمئن ہو کر بیٹھ نہ جانا کہ اے عقل مند! موت آنے والی ہے؛ لہٰذا اس کی پوری تیاری رکھو۔

ایک بزرگ نے فرمایا کہ دو چیزوں نے مجھ سے دنیا کی لذتوں کو چھین لیا۔ ایک موت کی یاد اور دوسرے اللہ تعالیٰ کے آگے کھڑے ہونے کا خوف۔ شاعر کہتا ہے ؎

وکیف یلذ العیش من کان موقنا　　بأن المنایا بغتة ستعاجله

وکیف یلذ العیش من کان موقنا　　بأن إله العرش لا بد سائله

یعنی وہ شخص بھلا زندگی کی لذتیں کیسے پاسکتا ہے جسے اس بات کا یقین ہو کہ موت بہت جلد اور اچانک آدبوچے گی۔ وہ آدمی بھلا زندگی کی لذتوں سے کیسے لطف اندوز ہوسکتا ہے جس کو اس بات کا یقین ہے کہ مالک عرش اس کی بازپرس ضرور فرمائے گا۔

موت بہترین واعظ ہے: حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وعظ ونصیحت کے لیے موت کافی ہے۔ اور زمانہ ہجر وفراق کے لحاظ سے کافی ہے۔ آج تم سیر و تفریح میں لگے ہوئے ہو کل یقیناً قبر کے گڑھے میں ہو گے۔ بقولِ شاعر ؎

اذکر الموت ولازم ذکره　　إن فی الموت لذی لب عبر

وکفی بالموت فاعلم واعظا　　لمن الموت علیه قد قدر

یعنی موت کو یاد کرو، اور اس کی یاد کو اپنے اوپر لازم کرلو؛ کیوں کہ موت کے اندر اہل عقل وخرد کے لیے بڑی عبرت ونصیحت ہے۔ تیرے علم میں یہ بات ہونی چاہیے کہ وعظ وپند کے لیے موت کافی ہے، ایک ایسے آدمی کے لیے جس کے لیے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

موت کا فیصلہ ہو چکا ہے۔

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے: بڑی عجیب بات ہے کہ ہر انسان کو پتا ہے کہ اسے ایک نہ ایک روز دنیا چھوڑ جانا ہے، پھر بھی وہ ردائے غفلت اوڑھے سویا ہوا ہے، اور لمبی لمبی آرزوئیں اس نے باندھ رکھی ہیں۔ کسی شاعر نے کتنے پتے کی بات کہی ہے ؎

كلنا في غفلة والموت يغدو ويروح
لبني الدنيا من الموت غبوق وصبوح
سيصير المرء يوما جسدا ما فيه روح
بين عيني كل حي علم الموت يلوح
نح على نفسك يا مسكين إن كنت تنوح
لتموتن ولو عمّرت ما عمّر نوح

یعنی ہم سب غفلت میں پڑے ہیں اور موت صبح و شام آ جا رہی ہے۔ دنیا کے اندر موت کا آنا جانا صبح و شام لگا ہوا ہے۔ عنقریب ایک دن آئے گا کہ انسان بے روح مردہ جسم پڑا ہوگا، میری دونوں آنکھوں کے سامنے ہر ذی روح موت کی علامت بن کر چمک رہا ہے۔ اے مسکین! اگر تو گریہ و بکا کر سکتا ہے تو اپنی جان پر کر کہ تجھ کو ایک روز ضرور مرنا ہے، اگرچہ تیری عمر حضرت نوح کی مانند طویل ہو جائے۔

انسان چاہے نہ چاہے بالآخر موت ہے: ہر چند کہ موت طبیعت کو ناگوار ہوتی ہے؛ کیوں کہ اس میں بڑی شدت اور عظیم مشقت ہے؛ تاہم کوئی نبی ایسا نہیں ہوا کہ مرنے سے پہلے اس کو زندہ رہنے یا وصال کر جانے کا اختیار نہ دیا گیا ہو۔ اسی وجہ سے مومن کے بارے میں تردد واقع ہوا ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

وما ترددت عن شيئ أنا فاعله، ترددي في قبض نفس عبدى المؤمن، يكره الموت وأكره مساء ته، ولا بد له منه .

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

مجھے کسی چیز کے کرنے میں تردد نہیں ہوتا، سوائے اپنے مومن بندے کی روح قبض کرنے میں کہ وہ موت کو ناپسند کرتا ہے، اور میں بھی اسے ناپسند آنے اور تکلیف دینے والی چیز (موت) کو ناپسند کرتا ہوں؛ لیکن موت اس کے لیے بہرحال لابدی ہے (اس لیے اسے موت کا گھونٹ پینا ہی پڑتا ہے)۔ امام بخاری نے اسے ذکر کیا ہے۔(۱)

پیغمبروں کی نگاہ میں تصورِ موت: حضرت ابن ابی ملیکہ کہتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی روح نے قفسِ عنصری سے پرواز کیا تو اللہ رب العزت نے پوچھا: اے ابراہیم! تو نے موت کو کیسا پایا؟ عرض کی اے پروردگار! ایسا لگ رہا تھا گویا کہ میری جان جھلی کے اندر سے کھینچی جارہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے تو تمھارے لیے موت کو بہت آسان کردیا تھا۔

حضرت ابواسحٰق کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ آپ نے موت کا ذائقہ کیسا پایا؟ فرمایا: ایسا محسوس ہورہا تھا جیسے کسی لوہے کی کنگھی کو اونی کپڑوں میں ڈال کر کھینچا جارہا ہو اور وہ ادھڑ رہا ہو (یہی حال میرے جسم کا تھا)۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: اے موسیٰ! ہم نے تو موت تمھارے لیے بہت آسان کردیا تھا۔

روایتوں میں آتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام موت کا تذکرہ چھیڑتے تو ان کی کھال سے خون کے قطرے ٹپکنے لگتے تھے اور وہ اپنے حوارین کو مخاطب کرکے فرماتے کہ میرے لیے بارگاہِ خداوندی میں دعا کیا کرو کہ موت کے وقت آسانی نصیب ہوجائے؛ ورنہ مجھے موت کا اتنا شدید خوف لاحق ہے کہ لگتا ہے موت سے پہلے ہی موت آجائے گی۔

غورطلب بات ہے کہ انسان اس دنیا میں ہمیشہ رہنے کے تعلق سے کیوں امید لگائے بیٹھا ہے، جب کہ کوئی پیغمبر دنیا میں باقی نہیں رہا۔ یا وہ بھلا موت کے چنگل سے کیسے بچ سکتا

(۱) صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۵۰۲ ...... مسند احمد بن حنبل: ۶/ ۲۵۶۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہے کہ نیک لوگ اور سچے احباب سب ایک ایک کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے ۔ایسا سوچنا بڑی نادانی اور بھول ہے۔ بقولِ شاعر ؎

قد مات کل نبی　　ومات کل نبیه
ومات کل شریف　　وعاقل وسفیه
لایوحشنک طریق　　کل الخلائق فیه

یعنی ہر پیغمبر نے پردہ فرمایا اور ہوش وخرد والا دنیا سے رخصت ہوگیا۔ نیک وشریف، اور چالاک وبے وقوف ہر کسی نے جامِ اجل نوش کرلیا۔ لہٰذا وہ راستہ تجھے وحشت میں نہ ڈالے جس راستے میں ساری مخلوق چل رہی ہے۔

حضور ﷺ کو اپنے وصال کا علم کب ہوا؟: سرکارِ دوعالم روحی فداہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی عمر کے پورا ہونے اور دنیا سے چل چلاؤ کا سب سے پہلے علم اس وقت ہوا جب سورۂ نصر (اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰهِ وَالۡفَتۡحُ) نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس بات کا علم تھا کہ آپ کب وصال فرمائیں گے؟ تو آپ نے کہا کہ ہاں۔ پھر پوچھا گیا کہ وہ کیسے؟ تو فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سورۂ نصر کے اندر آپ کے وصال کی علامت بیان فرمادی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آجائے یعنی مکہ فتح ہوجائے اور آپ لوگوں کو دینِ الٰہی میں فوج درفوج داخل ہوتے ہوئے دیکھ لیں۔ علاوہ بریں آپ نے شہزادیِ جنت حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو اپنے وصالِ ظاہری کی خبر دی تھی۔

سورۂ نصر کا مفاد ومراد یہ ہے کہ اے محمد! جب آپ کے لیے شہر فتح ہوجائیں اور لوگ آپ کے لائے ہوئے دین میں جوق درجوق داخل ہونے لگیں تو سمجھ لیں کہ آپ کے دنیا سے چل چلاؤ کا وقت قریب آپہنچا ہے، پھر آپ ہم سے ملاقات کی تیاری فرمالیں اور حمد واستغفارِ باری تعالیٰ میں مشغول ہوجائیں کہ آپ کو دنیا میں مبعوث کیے جانے کا مقصدِ دعوت وتبلیغ اب حاصل ہوگیا۔ اور آپ کے لیے ہمارے پاس دنیا کی نسبت بہترین چیزیں

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہیں؛ لہٰذا ہمارے پاس آنے کے لیے رختِ سفر باندھ لیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب یہ سورت نازل ہوئی جس میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دنیا سے کوچ کرنے کی اطلاع دی گئی تو آپ امر آخرت کے لیے پہلے سے کہیں زیادہ مستعد اور کوشاں ہو گئے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اتنی عبادت کرنی شروع کر دی کہ آپ پرانی مشک کی مانند ہو گئے۔ اس سے پہلے آپ کا معمول تھا کہ آپ ہر سال رمضان میں حضرت جبرئیل کے ساتھ قرآن کا ایک دور کیا کرتے تھے؛ لیکن حیاتِ مبارکہ کے آخری رمضان میں دو دفعہ دور فرمایا۔ یوں ہی رمضان کے آخری عشرے میں ہمیشہ دس دن اِعتکاف بیٹھنے کا معمول تھا؛ لیکن آخری سال میں بیس دنوں کا اعتکاف فرمایا اور ذکر و اِستغفار میں بھی کافی تیزی آ گئی تھی۔

عمر کے آخری پڑاؤ پر کثرتِ توبہ واِستغفار: حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اپنی آخری عمر میں یہ معمول ہو گیا تھا کہ اٹھتے بیٹھتے اور آتے جاتے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ پڑھتے رہتے تھے۔ میں نے جب آپ سے اس بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: مجھے اس کا حکم ملا ہے اور پھر آپ نے سورۂ نصر تلاوت فرمائی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وصال ظاہری سے پہلے ان کلمات کی کثرت رکھتے تھے: سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! آپ یہ دعا اِن اَیام سے قبل تو اس کثرت سے نہیں پڑھا کرتے تھے؟ تو فرمایا کہ مجھے میرے رب نے خبر دی تھی کہ میں عنقریب آپ کو آپ کی اُمت میں ایک علامت دکھلاؤں گا، پھر جب آپ وہ نشانی دیکھ لیں تو کثرت سے تسبیح وتحمید اور اِستغفار کریں۔ اور میں نے وہ علامت دیکھ لی ہے۔ پھر آپ نے سورۂ نصر کی تلاوت کی۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جب سرکارِ ابد قرار سید المحسنین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو اس بات کا حکم تھا کہ اپنے اعمال کا اختتام نیکیوں کے ساتھ کریں تو ایک گناہ گار جس کی زندگی برائیوں اور معصیتوں میں گزری ہے وہ تو اس سے کہیں زیادہ اِستحقاق رکھتا ہے کہ اپنے ظاہر و باطن کی تطہیر کے لیے کثرت سے توبہ واستغفار بجالائے!۔جس کو موت کے قریب آ جانے سے وحی نہیں ڈراپاتی، اس کو بڑھاپا آگاہ کردیتا ہے۔یادر ہے کہ جب موت آتی ہے تو دوستوں کو چھین لیتی ہے ۔

کفی مؤذنا باقتراب الأجل　　شباب تولی وشیب نزل

وموت اللذاذة هل بعده　　بقاء یؤمله من عقل

إذا ارتحلت قرناء الفتی　　علی حکم ریب المنون ارتحل

یعنی موت کے قریب آ جانے کی خبر دینے کے لیے وہ جوانی ہی کافی ہے جو گزر گئی اور بڑھاپا آ گیا۔لذتوں کو فنا ہونے کے بعد کوئی بقا ہے کہ جس کی عقلمند آدمی تمنا کرے۔ جب کسی نوجوان کے دوست کوچ کر جائیں تو یہ اس کے لیے حوادث زمانہ کے حکم میں ہے کہ وہ بھی کوچ کی تیاری میں لگ جائے۔

مختلف عمر کے لوگوں کو ایک فرشتے کی تنبیہ: حضرت وہیب بن ورد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک پکارنے والا فرشتہ متعین ہے، جو آسمانوں میں روزانہ پچاس سالہ لوگوں کو پکار کر کہتا ہے: فصلیں کاٹنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔ساٹھ سال کی عمر کے لوگوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے: چلو اَب حساب کتاب کرلو۔ستر سالہ عمر کے لوگوں سے کہتا ہے: تم نے آگے کیا بھیجا اور پیچھے کیا چھوڑا؟ اور اسی سالہ بوڑھوں سے مخاطب ہو کر کہتا ہے: تمھارے لیے کوئی عذر نہیں۔

حضرت وہب بن منبہ (م۱۱۴ھ) فرماتے ہیں کہ پکارنے والا پکار کر یہ بھی کہتا ہے کہ اے ساٹھ سالہ لوگو! اَب تم خود کو مردوں میں شمار کرو۔

صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ بندے کا عذر اس کی عمر کے اخیر تک قبول

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

فرماتا ہے، یہاں تک کہ وہ ساٹھ سال کا ہو جائے۔

ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن آواز لگائی جائے گی: ساٹھ سال کی عمر والے کہاں ہیں؟ یہ عمر وہی ہے جس کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے :

أَوَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ . (سورۂ فاطر:۳۵/۳۷)

کیا ہم نے تمہیں اتنی عمر نہیں دی تھی کہ اس میں جو شخص نصیحت حاصل کرنا چاہتا، وہ سوچ سکتا تھا!۔(۱)

اُمت محمد یہ کے اَفراد کی اَوسطِ عمر: سنن ترمذی میں ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: 'میری اُمت کی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہوں گی، اور کم ہی لوگ اس کے آگے جا سکیں گے'۔(۲)

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے کہ 'موت کا میدان ساٹھ اور ستر کے درمیان ہے'۔(۳)

جب کہ ایک اور حدیث کے اندر وارد ہے کہ 'ہر چیز کو کاٹنے کا ایک وقت ہوتا ہے اور میری اُمت کی فصل کٹنے کا وقت ساٹھ اور ستر کے درمیان ہے'۔(۴) اور اسی درمیانیے میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا سے پردہ فرمایا۔

حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں کہ جو شخص حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف (یعنی ترسٹھ سال) پالے، تو اسے چاہیے کہ اپنا کفن تیار رکھے۔ بقولِ شاعر ؎

وإن امرأ قد سار ستين حجة

إلى منهل من وُرده لقريبُ

---

(۱) جامع صغیر سیوطی، رقم الحدیث: ۸۱۷۔

(۲) سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۵۵۰......سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۲۳۶۔ مستدرک: ۲/۴۲۷۔

(۳) جامع صغیر سیوطی، رقم الحدیث: ۸۱۸۷۔

(۴) جامع صغیر سیوطی، رقم الحدیث: ۷۳۱۲۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یعنی جب کسی آدمی کی عمر ساٹھ سال تک پہنچ جائے تو پھر اسے (جان لینا چاہیے کہ موت کے) گھاٹ پراُترنے کا وقت قریب آ گیا ہے۔

کرلو توبہ رب کی رحمت ہے بڑی: حضرت فضیل بن عیاض علیہ الرحمہ نے ایک آدمی سے پوچھا کہ تیری عمر کتنی ہے؟ وہ کہنے لگا: ساٹھ سال۔ آپ نے فرمایا: گویا تو ساٹھ سال سے رب کی طرف چل رہا ہے، اُمید ہے کہ جلد ہی تو رب تک پہنچ جائے گا!۔ یہ سن کر اس آدمی نے کہا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔(یعنی آپ میری موت کے خواہاں ہیں)

آپ نے فرمایا: (ایسا نہیں مگر بات یہ ہے کہ) جو شخص یہ جانتا ہے کہ وہ اللہ کا بندہ ہے اور اسے اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے تو اسے یہ بھی جاننا چاہیے کہ اسے اپنے مالک ومولیٰ کے حضور کھڑے ہونا ہے اور سارے کیے دھرے کا جواب دینا ہے؛ لہٰذا اسے سارے جواب تیار رکھنے چاہئیں۔

اس آدمی نے کہا کہ پھر کیا چارۂ کار ہے؟۔ آپ نے فرمایا: بڑا آسان سا طریقہ ہے۔ پوچھا: وہ کیا؟ آپ نے فرمایا: اپنی بچی کھچی زندگی کو اچھے کاموں میں لگا دو اور عمر رفتہ کے گناہوں سے توبہ کرلو؛ کیوں کہ اگر تم آئندہ زندگی میں بھی گناہ کرتے رہے تو گزشتہ اور آئندہ دونوں عمر کے گناہوں میں ماخوذ ہو گے!۔ شاعر کہتا ہے

خـذ فی جِـدّ فقد تولی العمر　　کم ذا التفریط قد تدانی الأمر

أقبل فعسی یقبل منک العذر　　کم تبنی کم تنقض کم ذا الغدر

یعنی جد و جہد میں لگ جاؤ کہ کاروانِ عمر آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ کتنے ہی معصیت کیش ایسے ہیں کہ ان کی موت کا وقت سر پر آ پہنچا ہے۔ جلدی سے اپنی کوتاہیوں کی معافی معاف لے، شاید تیرا عذر سن لیا جائے؛ آخر کب تک تو اُدھیڑ بن کر کے آمادۂ بغاوت رہے گا۔

حضور ﷺ نے اپنے وصال سے لوگوں کو آگاہی بخشی: نبی غیب داں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی عمر کے آخری پڑاؤ پر اشارے کنایے میں لوگوں کو اپنے وصال سے باخبر

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کرتے رہے ہیں۔ چنانچہ جب آپ نے آخری حج فرمایا تو لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

خذوا عني مناسككم، فلعلي لا ألقاكم بعد عامي هٰذا .

یعنی لوگو! مجھ سے مناسک حج سیکھ لو، شاید میں اس سال کے بعد تم سے ملاقات نہ کرسکوں۔(۱)

پھر لوگوں کو رخصت کرتے ہوئے فرمارہے تھے کہ یہ توالوداعی حج ہے۔ پھر جب آپ ادائیگی حج کے بعد مدینہ لوٹ رہے تھے تو مکہ و مدینہ کے درمیان میں 'خم' نامی پانی کے ایک چشمے کے پاس لوگوں کو جمع کر کے فرمایا:

أيها الناس! إنما أنا بشر، يوشك أن يأتيني رسول ربي فأجيب .

یعنی اے لوگو! میں ایک بشر ہوں، قریب ہے کہ میرے پروردگار کا قاصد میرے پاس آجائے تو میں اسے لبیک کہوں۔(۲)

پھر آپ نے لوگوں کو کتاب اللہ کو مضبوطی سے پکڑے رہنے اور اہل بیت سے اچھا سلوک کرنے کی ہدایت فرمائی۔

جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرضِ وصال کا آغاز ہوا تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو لقاے الٰہی، اور دنیا کی زینت اور یہاں باقی رہنے کے بارے میں اختیار دیا گیا کہ جب تک آپ چاہیں دنیا میں قیام فرمائیں۔ تو آپ نے وصالِ مولیٰ کو پسند فرمایا اور لوگوں کو خطبہ دے کر بغیر تصریح کے اس بات کی طرف اشارہ فرمادیا۔

پھر ماہِ صفر کے اَواخر میں جب مرض کی اِبتدا ہوئی، اور مرض کی مدت مشہور قول کے مطابق تیرہ دن ہے، بعض نے چودہ دن کا بھی قول کیا ہے اور بعض کے نزدیک بارہ دن،

(۱) صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۲۹۷۔
(۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۴۰۸۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جب کہ کچھ نے دس دن کا بھی قول کیا ہے، مگر یہ قول غریب ہے۔ اوپر مذکور ہونے والا خطبہ دراصل حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ آپ کے مرض کی ابتدا سے پہلے کا واقعہ ہے۔

حضور ﷺ کو دنیا و آخرت میں سے کسی کو اِختیار کرنے کا حق: مسند احمد، اور صحیح ابن حبان میں ہے کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مرضِ وصال میں ہمارے پاس اس حال میں تشریف لائے کہ آپ کے سر اقدس پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ پھر کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ ایک بندے کے سامنے دنیا اور اس کی زیبائش پیش کی گئی؛ لیکن اس نے آخرت کو پسند کرلیا۔

راوی کہتے ہیں کہ موجود لوگوں میں سے بجز حضرت ابوبکر کے کوئی اس بات کو نہ سمجھ سکا، (اور ابوبکر صدیق) فرمانے لگے: میرے ماں باپ بلکہ مال ومنال سب آپ پر وارے جائیں اور ہماری اولادیں آپ پر فدا ہوں۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے۔ اور (یہ منبر پر آپ کا آخری خطبہ تھا کہ) اس کے بعد پھر دنیا سے پردہ فرما جانے تک آپ کو منبر پر نہ دیکھا گیا۔(۱)

مسند احمد ہی میں ہے کہ حضرت ابومویہبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: 'سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رات جنت البقیع تشریف لے گئے اور اہل قبور کے لیے دعا کرتے ہوئے فرمایا کہ تم اس زمانے میں نہیں ہو جس زمانے میں (ہم) لوگ ہیں کہ فتنہ وفساد اندھیری رات کی طرح سایہ کناں ہیں، فتنے ایک دوسرے کے پیچھے چلے آرہے ہیں۔ بعد میں آنے والا پہلے سے آنے والے فتنے کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور بعد میں آنے والا فتنہ پہلے فتنے سے بڑھا ہوا ہے۔

---

(۱) مسند احمد بن حنبل: ۹۱/۳۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پھر فرمایا: اے ابو مویہبہ! میرے سامنے دنیا کی رہائش، دنیا کے خزانے اور وعدۂ جنت کو پیش کر کے مجھے اختیار دیا گیا کہ خواہ میں انھیں پسند کرلوں یا اپنے مالک ومولیٰ سے ملاقات کو پسند کروں، تو میں نے اپنے مولیٰ کی ملاقات اور جنت کو پسند کرلیا۔ پھر آپ واپس تشریف لے آئے اور اُس تکلیف کی شروعات ہونے لگی جس میں آپ نے دنیا کو چھوڑا'۔(۱)

جب تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی معرفت ربانی اپنے کمال کو پہنچ گئی تو پھر آپ کے اندر اللہ رب العزت سے ملاقات کا اِشتیاق فزوں ہونے لگا۔ تو اس موقع پر آپ کو دنیا میں رہنے اور اللہ سے ملاقات کرنے کے درمیان اختیار دیا گیا تو آپ نے دنیا کے خزائن وقیام کو ترک کر کے اپنے مالک ومولیٰ سے ملاقات کو پسند فرمالیا۔

ایک بار شیخ شبلی سے پوچھا گیا کہ کیا محبّ اپنے محبوب کے دیدار کو چھوڑ کر کسی اور چیز پر راضی ہوسکتا ہے تو انھوں نے جواب میں مندرجہ ذیل اشعار گنگنائے ؎

واللّٰہ لو أنک توجتنی بتاج کسریٰ ملک المشرق
ولو بأموال الوریٰ جدت لی أموال من باد ومن قد بقی
وقلت لی: لا نلتقی ساعة اخترت یا مولای أن نلتقی

یعنی خدا کی قسم! اگر تو بادشاہِ مشرق کسریٰ کے تاج لاکر میرے سر پر سجادے اور بھری دنیا کی دولتیں لاکر میرے قدموں میں بچھادے اور پھر تو مجھ سے کہے کہ ایک لمحے کے لیے تم مجھ سے دور رہو تو میرے سرتاج! مجھے (تخت وتاج اور مال ومنال کے مقابلے میں) آپ کی ملاقات عزیز ومحبوب ہے۔

فضائل وخصائص صدیق اکبر ﷜: جب تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اپنے رب سے ملاقات کو دنیا میں ہمیشہ رہنے پر ترجیح دی تو اُس وقت اس بات کی وضاحت نہ فرمائی کہ اس سے مراد کون بندہ ہے، اس لیے اکثر سننے والوں

(۱) مسند احمد بن حنبل: ۳/۴۸۸، ۴۸۹...... الاصابۃ ابن حجر: ۴/۱۸۸۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

پر آپ کے ارشاد مبارک کا مطلب پوشیدہ رہا۔ آپ کی مراد کو آپ کے مخصوص صحابی (یعنی یارِ غار وقبر سیدنا ابوبکر صدیق) کے علاوہ کوئی اور نہ سمجھ سکا، جن کے بارے میں فرمانِ قرآن عظیم الشان ہے:

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ هُمَا فِی الْغَارِ . (سورۂ توبہ: ۹/۴۰)

وہ دو (ہجرت کرنے والوں) میں سے دوسرے تھے جبکہ دونوں غارِ (ثور) میں تھے۔

اور وہ حضرت صدیق اکبر ہی کی ذات تھی جو تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقاصد ومشن کو اُمت میں سب سے بڑھ کر جانتے تھے؛ اسی لیے جیسے انھوں نے وہ فرمانِ رسالت مآب سنا، تو بے ساختہ رونے لگے، اور فرمایا کہ ہماری جان ومال اور اولاد سب آپ پر قربان۔ اس وقت محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں تسلی دی اور ان کی توصیف کرتے ہوئے منبر پر ان کا مرتبہ ومقام بیان کیا، تاکہ ہر شخص ان کی بے پایاں فضیلت پر مطلع ہو جائے اور خلافت کے مسئلے میں اُمت کے اندر کوئی اختلاف واقع نہ ہو۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: 'لوگوں میں سب سے بڑھ کر محبت وفدائیت اور مال ودولت کے لحاظ سے مجھ پر ابوبکر کا احسان ہے'۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: 'ہمارے اوپر جس کا بھی کوئی احسان تھا، ہم نے اسے چکا دیا، بجز ابوبکر کے کہ ان کا ہم بہت بڑا احسان ہے، اور اللہ تعالیٰ ہی بروزِ قیامت ان کے احسانات کا بدلہ عطا فرمائے گا۔ اور مجھے کبھی کسی کے مال نے اتنا نفع نہیں پہنچایا جتنا کہ ابوبکر کے مال نے پہنچایا'۔ اس کی تخریج امام ترمذی نے فرمائی ہے۔(۱)

پھر گفتگو جاری رکھتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا: 'اگر میں اہل دنیا میں سے کسی کو اپنا خلیل چنتا تو وہ ابوبکر ہی ہوتے، لیکن اسلامی بھائی چارہ (سب سے بہتر) ہے'۔(۲)

(۱) سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۶۶۱......صحیح ابن حبان، رقم الحدیث: ۲۱۶۶۔

(۲) سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۶۶۱۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود اللہ کے خلیل ہیں تو ان کے اس خلیل ہونے میں کسی مخلوق کی یہ مجال کہاں کہ وہ ان کی خلت کے درمیان حائل ہو جائے؛ کیوں کہ خلیل وہ ہوتا ہے جس میں خلیل کی محبت اس طرح جاری ہو جس طرح کہ روح جسم میں ہوتی ہے اور اس چیز کی بشر میں صلاحیت نہیں کہ وہ کسی کا خلیل بن سکے۔ بقولِ شاعر ؎

قد تخللت مسلک الروح مني   وبـذا سُمی الخـليل خـليـلا

یعنی میرے اندر روح کا راستہ جاری وساری ہے، اسی وجہ سے خلیل کو خلیل کہا جاتا ہے۔

خلت کی اسی معنویت کی وجہ سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کو اپنے بیٹے (اسماعیل) کو ذبح کرنے کا حکم ہوا تھا، محض بیٹے کا ناحق خون بہانا مقصود نہ تھا بلکہ محل خلت یعنی محبت کی جگہ دل کو ایسی چیز سے فارغ کرنا تھا جو خلت کی صلاحیت نہیں رکھتی تاکہ اللہ تعالیٰ اور ان کے خلیل کے درمیان جو خلت ہے اس میں کوئی مزاحم نہ ہو۔ شاعر نے کیا خوب ترجمانی کی ہے ؎

أروح وقد ختمت علی فؤادي   بحبــک أن يحـل بـه سواکا

فلو أني استطعت غضضت طرفي   فــلـم أنظـر بـه حـتی أراک

یعنی اپنے دل کو تیری محبت سے داغ دار کر کے مجھے کافی آرام محسوس ہو رہا ہے؛ کیوں کہ اب تیرے سوا کوئی دل میں نہیں اُتر سکتا۔ اگر میرے اختیار میں ہوتا کہ میں اپنی آنکھ بند کر لیتا تو میں کسی کو نہ دیکھتا جب تک کہ تجھے نہ دیکھ لیتا۔

حضرت ابوبکر اور اِستحقاقِ خلافت: پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مسجد میں کوئی دروازہ باقی نہ رہے بجز دروازۂ ابوبکر کے۔ ایک دوسری روایت کے الفاظ یوں ہیں کہ ابوبکر کے دروازے کے علاوہ تمام کھلے ہوئے دروازوں کو بند کر دو۔(۱)

---

(۱) جامع الاصول: ۵۸۶/۸، ۵۸۷۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اس فرمانِ رسالت سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ آپ کے بعد منصب امامت حضرت ابوبکر سنبھالیں گے؛ کیوں کہ امام مسجد میں رہائش کا حق دار ہے اور اس میں اسے آنے جانے کی ہر وقت ضرورت پیش آتی ہے، بخلاف دوسروں کے۔ اور اسی میں مصلیوں کے لیے سہولت اور مصلحت بھی ہے۔ پھر آپ نے اپنی بات کو یہ فرما کر مزید موکد کر دیا کہ لوگوں کو ابوبکر نماز پڑھائیں۔ جب ابوبکر کو مصلے سے ہٹانے کی بات ہونے لگی تو آپ غضب ناک ہوئے اور فرمایا کہ ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔(۱)

چنانچہ نماز کی امامت ان کے سپرد کر دی گئی اور ان کے دروازے کو مسجد کی جانب کھلا رکھا گیا جب کہ دیگر لوگوں دروازے بند کر دیے گئے۔ اس واقعے میں صریح اشارہ ہے کہ اس اُمت کا خلیفہ آپ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہوگا؛ لہٰذا صحابہ کرام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت کے وقت کہتے تھے کہ جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے دین کے بارے میں راضی ہو گئے تو ان سے ہم اپنی دنیا کے معاملے میں بھلا کیوں نہ راضی ہوں گے!۔

خلافت صدیقی اور حضرت علی کی تائید: پھر جب حضرت ابوبکر صدیق نے فرمایا کہ تم میری بیعت فسخ کر دو تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: 'نہ تو ہم آپ کی بیعت فسخ کریں گے اور نہ بیعت فسخ کرنا چاہیں گے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو آگے بڑھا گئے تو اب کس کی مجال کہ آپ کو پیچھے کرے؟'۔

جب نبوت کی بساط زمین سے تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرما جانے کے ساتھ لپیٹ دی گئی تو زمین پر درجۂ صدیقیت سے بڑھ کر کوئی کامل درجہ باقی نہ رہا اور حضرت ابوبکر صدیق تو صدیقین کے سردار ہیں؛ لہٰذا آپ ہی خلیفہ رسول ہونے اور آپ کے جانشین وقائم مقام ہونے کے زیادہ مستحق تھے!۔

---

(۱) جامع الاصول: ۳/۵۹۳، ۵۹۴۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی سے ارشاد فرمایا تھا کہ ابوبکر کے لیے خلافت نامہ لکھ دیا جائے؛ تاکہ اُمت میں کوئی اختلاف واقع نہ ہو؛ لیکن انھوں نے اس سے اِعراض کیا؛ کیوں کہ وہ جانتے تھے کہ ان کے علاوہ بھلا اور کون خلیفہ ہوگا!۔ پھر انھوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان سوائے ابوبکر کے اور کسی کی خلافت پر راضی نہ ہوں گے۔(۱)

حضرت علی کا مقصد شاید یہ رہا ہو کہ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابوبکر کو خاص طور پر خلافت کے لیے نامزد کر دیتے ہیں تو شاید کوئی یہ سوچنے لگے کہ ہوسکتا ہے یہ ان کے احسانات کا بدلہ ہے۔ بس اس حکمت ومقصد کے پیش نظر حضرت علی نے خلافت نامہ لکھنے سے اِعراض کیا؛ کیوں کہ کسی بھی جگہ کی ولایت دینے میں عام مسلمانوں کی مصلحت کو پیش نگاہ رکھا جاتا ہے نہ کہ ولایت دینے والا محض اپنی مصلحت دیکھے۔

ابتداے مرضِ وفات: سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض الوفات کی اِبتدا سر کے درد سے ہوئی۔ پچھلی سطروں میں گزرا کہ جب آپ نے لوگوں کو خطبہ دیا تو آپ کے سر مبارک پر ایک کالی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ آپ کو درد ِشقیقہ اور سر کی گرانی اپنی حیاتِ طیبہ میں اکثر پیش آتی تھی، جس کی وجہ سے آپ کچھ دن درد محسوس کرتے تھے۔

سر کا درد خیر کی علامت ہے: سر کا درد اہل ایمان اور اہل جنت ہونے کی علامت ہے۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوزخیوں کا وصف بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر فرمایا کہ وہ لوگ سر کے درد میں مبتلا نہیں ہوئے۔(۲)

ایک مرتبہ ایک دیہاتی بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا: اے گاؤں والے! کیا تجھے سر میں درد ہوتا ہے؟ وہ کہنے لگا: سر کا درد کیا چیز ہے؟ آپ نے فرمایا: اِنسان کے سر میں کچھ رگیں ہوتی ہیں جن پر چوٹ پڑتی ہے تو سر کا درد ہوتا ہے۔

(۱) جامع الاصول: ۴/۱۰۷،۱۰۸ بحوالہ قطعۃ من حدیث صحیحین۔

(۲) مسند احمد بن حنبل: ۲/۵۰۸۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

دیہاتی نے کہا: مجھے سر کا درد نہیں ہوتا۔ چنانچہ جب وہ چلا گیا تو آقاے کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: 'جو شخص کسی دوزخی آدمی کو دیکھنا چاہے تو وہ اس دیہاتی کو دیکھ لے'۔(۱)

حضرت کعب اَحبار کہتے ہیں کہ میں نے توریت مقدس کے اندر یہ لکھا ہوا دیکھا ہے کہ (اللہ فرماتا ہے) اگر میرے مومن بندوں کو یہ ملال نہ ہوتا تو میں کافر کے سر کو لوہے کی پٹی میں لپیٹ دیتا کہ کبھی بھی اس کے سر میں درد نہ ہوتا۔

حضرت عائشہ اور حضور اکرم ﷺ کے درمیان ایک مکالمہ: مسند احمد میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس روز سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرضِ وفات کا آغاز ہوا اُس دن آپ میرے پاس تشریف لائے۔ میں نے عرض کی: ہاے میرا سر درد سے پھٹا جارہا ہے!۔ تو آپ نے فرمایا: میری خواہش تھی کہ یہ بات یعنی تمھاری وفات میری زندگی میں پیش آتی تو تمھارے لیے بہت اچھا ہوتا کہ میں تمھاری تکفین وتدفین خود کرتا۔ میں نے غیرت کے مارے عرض کی: ہاں! آپ تو چاہتے ہی یہی ہیں، تاکہ پھر اسی دن کسی اور بیوی کے ساتھ وظیفہ زوجیت کی اَدائیگی فرمائیں۔

آپ نے فرمایا: تمھیں نہیں بلکہ مجھے سر میں درد ہے۔ اس لیے جاؤ اپنے والد اور بھائی کو بلاکر میرے پاس لاؤ تاکہ میں ابوبکر کے لیے خلافت نامہ لکھ دوں۔ مجھے یہ اندیشہ ہے کہ کوئی کہنے والا یا تمنا کرنے والا خلافت کی تمنا نہ کرنے لگے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ اور اہل ایمان سواے ابوبکر کے کسی اور کی خلافت پر راضی نہ ہوں گے۔(۲)

امام بخاری نے بھی اسی طرح کی ایک روایت نقل کی ہے جس میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہائے میرے سر کا درد! تو رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اگر یہ بات یعنی تیری وفات میری حیات میں درپیش ہو تو میں تمھارے لیے استغفار کروں گا اور تیرے لیے دعا کروں گا۔

---

(۱) مسند احمد: ۲/۲۳۲......مجمع الزوائد: ۲/۲۹۴۔ (۲) مسند احمد بن حنبل: ۶/۱۴۴۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت عائشہ نے عرض کی: ہائے افسوس! اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے ایسا لگتا ہے کہ آپ کو میری وفات عزیز ہے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر آپ تو اسی دن کے آخر پر اپنی کسی زوجہ کے ساتھ وظیفہ زوجیت اَدا فرمائیں گے۔ یہ سن کر رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ درد میرے سر میں ہے، پھر بقیہ حدیث ذکر فرمائی۔(۱)

مسند احمد میں بھی اسی طرح کی روایت آئی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب کبھی رسولِ گرامی وقار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے دروازے کے قریب سے گزرا کرتے تو مجھے کوئی اچھی بات یا کوئی نصیحت فرما دیا کرتے، جس سے مجھے کافی فائدہ پہنچتا تھا۔

ایک روز ایسا ہوا کہ آپ بالکل خاموشی سے گزر گئے، اور ایسا دو تین مرتبہ فرمایا تو میں نے اپنی کنیز سے کہا کہ دروازے کے پاس میرا بستر بچھا دو۔ پھر میں نے پیشانی پر پٹی باندھ لی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے گزرے تو میرا حال پوچھا: میں نے کہا: میرے سر میں تکلیف ہے تو آپ نے فرمایا: میرے بھی سر میں درد ہے۔

پھر آپ وہاں تھوڑی دیر ٹھہر کر تشریف لے گئے، یہاں تک کہ آپ چادر اوڑھ کر تشریف لائے۔ اس کے بعد آپ نے بقیہ اَزواجِ مطہرات کی طرف پیغام بھیجا کہ مجھے کافی تکلیف ہے؛ لہٰذا میں تم سب کے پاس باری باری نہیں آسکوں گا؛ اگر ہو سکے تو سبھی مجھے اجازت دے دو، تاکہ میں اپنا وقت عائشہ کے پاس گزار سکوں۔(۲)

ایک روایت میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت البقیع سے ایک جنازہ پڑھا کر واپس ہوئے تو فرمایا کہ مجھے اپنے سر میں کافی تکلیف محسوس ہو رہی ہے۔ میں نے کہا کہ درد تو مجھے بھی ہے۔ فرمایا بلکہ مجھے سر میں درد ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: تیرا کیا نقصان تھا اگر تو مجھ سے پہلے وفات کر جاتی تو میں تمھارے غسل اور کفن کا اِنتظام کرتا، پھر تیرے اوپر نماز جنازہ پڑھ کر تمھیں دفن کرتا۔

---

(۱) صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۶۶۶۔ (۲) مسند احمد بن حنبل: ۶/ ۲۱۹۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں نے عرض کی: گویا آپ مجھے یہ کہہ رہے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر معاملہ ایسا ہو جائے تو آپ میرے گھر تشریف لا کر اپنی کسی اور بیوی کے ساتھ صحبت فرمائیں گے۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تبسم فرمایا۔ پھر اسی درد کا آغاز ہو گیا جس میں آپ دنیا سے رخصت ہوئے۔(۱)

مرض میں بخار کی شدت: آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض وفات کا آغاز دردِ سر سے ہوا اور ظاہر ہے کہ بخار بھی ساتھ ساتھ تھا؛ کیوں کہ آپ کو اپنے مرض میں شدتِ بخار محسوس ہوئی تو آپ ایک لگن میں بیٹھ گئے اور اپنے اوپر مکمل بھرے ہوئے سات مشکیزوں کا پانی بہا دیا، تا کہ کچھ ٹھنڈک محسوس ہو اور تپش بخار کم ہو۔ آپ نے ایک روئی دار کپڑا زیب تن کر رکھا تھا؛ لیکن بخار کی شدت اتنی زیادہ تھی کہ اس پر ہاتھ رکھنے سے حرارت محسوس ہو رہی تھی۔

جب آپ سے اس کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ہم پر یوں ہی مصائب شدت کے ساتھ آتے ہیں اور ہمیں اَجر بھی دگنا دیا جاتا ہے۔ پھر فرمایا: مجھے اتنا بخار ہوتا ہے جتنا تم میں سے دو مردوں کو ہوتا ہے۔(۲)

حضور ﷺ دنیا سے شہید اُٹھے: درد کی شدت کی وجہ سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غشی طاری ہو رہی تھی، پھر کچھ اِفاقہ ہو جاتا۔ جب ایسا کئی بار ہوا اور آپ پر غشی طاری ہوئی تو آس پاس دیکھ بھال کرنے والوں نے گمان کیا کہ یہ درد 'ذات الجنب' کا ہے؛ لہٰذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لدود پلایا جائے۔ چنانچہ جب آپ کو لدود پلایا گیا تو آپ کو کچھ اِفاقہ محسوس ہوا؛ مگر آپ نے اس چیز کو ناپسند کیا اور حکم دیا کہ جس نے مجھے لدود پلایا ہے اس کو لدود پلایا جائے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ مجھ پر ذات الجنب مسلط نہیں فرمائے گا؛ لیکن یہ وہ کھانا ہے جس کو میں نے فتح خیبر کے موقع پر کھایا تھا۔

(۱) مسند احمد بن حنبل: ۶/ ۲۲۸...... سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۴۶۵۔
(۲) صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۶۴۸...... صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۵۷۱۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یعنی اُس بکری کے گوشت میں زہر ملا ہوا تھا جو مجھے دشمنی نکالنے کے لیے پکا کر دیا گیا تھا۔ وہ ایک یہودیہ تھی جو وہ بکری آپ کو بلا کر دعوت میں کھلانا چاہتی تھی؛ مگر آپ نے اس میں سے بس تھوڑا ہی لیا تھا، جس کی وجہ سے کبھی کبھی آپ کو تکلیف ہوجایا کرتی تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنے مرضِ وفات میں فرمایا کہ خیبر کا کھانا ہمیشہ مجھ کو تکلیف دیتا رہا اور اب اس کی وجہ سے شہ رگ کے کٹنے کا وقت آ پہنچا ہے۔(۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس زہر کی وجہ سے شہادت حاصل ہوئی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو اتنے شدید درد کی حالت میں نہیں دیکھا۔ آپ کے پاس اس وقت سات دینار تھے، جن کو آپ نے صدقہ کرنے کا حکم دیا۔ پھر آپ پر بے ہوشی طاری ہوگئی۔ کچھ افاقہ ہوا تو وہ دینار منگوا کر اپنی ہتھیلی پر رکھے اور فرمایا: محمد کا اپنے پروردگار سے کیا گمان ہے کہ اگر وہ اللہ سے ان سات دیناروں کے ساتھ ملاقات کرے۔ پھر آپ نے انھیں صدقہ کرادیا۔

اس بات سے اندازہ لگائیں اس شخص کے حال کا جس کے ہاتھ مسلمانوں کے خون میں رنگے ہوئے ہوں اور اس کے پاس حرام مال کے ڈھیر ہوں گے تو بھلا وہ کیسے اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اور اس کو اپنے رب سے کیا گمان ہوگا!۔ جب کہ سرکارِ ابدقرار علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ حال تھا کہ آپ کے پاس مرضِ وفات میں چراغ کے لیے اِتنا بھی تیل نہ تھا جس سے چراغ روشن کیا جائے۔

دوشنبہ کی شب جب درد کی شدت بڑھ گئی تو حضرت عائشہ نے سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک زوجہ کے پاس چراغ بھیجتے ہوئے فرمایا کہ ہمارے چراغ میں اپنے گھی کی تھیلی میں سے تھوڑا سا ٹپکا دو کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وفات کے آثار نظر آرہے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک موٹی یمنی چادر تھی اور ایک پیوند لگا

(۱) سنن دارمی: ۱/۳۳...... جامع صغیر سیوطی، رقم الحدیث: ۷۹۱۵۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کپڑا تھا، قسم کھا کر فرماتی تھیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی دونوں کپڑوں میں اس دنیا سے اُٹھائے گئے۔

لختِ جگر سے ایک راز کی بات: ایام مرض میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تشریف لائیں تو آپ نے ان سے چپکے سے ایک بات کہی، جس سے وہ رونے لگیں، پھر دوبارہ ان سے سرگوشی کرتے ہوئے ایک اور بات کہی تو وہ ہنسنے لگیں۔ جب ان سے اس تعلق سے پوچھا گیا تو کہنے لگیں: میں تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا راز اِفشا نہیں کروں گی۔

پھر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرما جانے کے بعد جب آپ سے اس راز کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبر دی تھی کہ اس مرض میں میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا، تو یہ سن کر میں رونے لگی۔ پھر فوراً ہی آپ نے یہ خبر دی کہ گھر والوں میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملوگی، نیز یہ کہ جنت میں دنیا کی عورتوں کی تمھیں سرداری ملے گی۔ تو میں ہنسنے لگی۔(۱)

جانکنی کی سختیاں: جب مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حالت نزع طاری ہوئی تو معاملہ مزید شدت اختیار کر گیا۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ مجھے کسی کے آسان طریقے سے مرنے پر کبھی رشک نہیں آیا جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے وقت درد اور تکلیف کی شدت دیکھ لی تو فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پانی کا ایک پیالہ تھا، اپنے ہاتھ کو وہ اس میں ڈبوتے اور پھر چہرے پر پھیر لیتے، ساتھ ہی فرماتے:

اللّٰھم أعني علیٰ سکرات الموت ، لا إلٰه الا اللّٰه إن للموت لسکرات .

(۱) صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۲۸۵ ...... صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۴۵۰ ...... سنن ابن ماجہ، رقم: ۱۶۲۱۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

یعنی اے اللہ! سکراتِ موت پر میری مدد فرما۔ اے اللہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں، بلاشبہہ موت کے وقت بڑی سختی ہوتی ہے۔

ایک حدیث مرسل میں ایک دعا یوں بھی ملتی ہے:

اللهم إنک تأخذ الروح من بين العصب والقصب والأنامل،
اللهم فأعني على الموت وهونه علي .

یعنی اے پروردگار! تو ہی روح کو پٹھوں اور دست وپا کی ہڈیوں اور جوڑوں کے درمیان سے نکالتا ہے۔ مولا! موت کے وقت میری مدد فرما اور موت کو مجھ پر آسان کر۔

پھر جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت بوجھل ہونے لگے اور آپ پر جانکنی کی آخری کیفیات طاری ہونے لگیں تو حضرت فاطمہ سے یہ منظر دیکھا نہ گیا اور کہنے لگیں: ہائے میرے والد کی تکلیف! ۔لیکن جب سرکارِ ابدقرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سنا تو ان سے فرمایا: بیٹی! آج کے بعد تیرے والد پر کوئی تکلیف نہ آئے گی۔(۱)

سنن ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سے فرمایا: تیرے والد کو وہ بات پیش آئی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے کسی سے ترک نہیں کیا۔ اور قیامت کا دن دراصل حق ملنے کا دن ہے۔(۲)

مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب تک دنیا وآخرت کے بارے میں دوبارہ اِختیار نہیں دے دیا گیا اُس وقت تک آپ کی روح نہیں قبض کی گئی۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ سرکارِ ابدقرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ 'کسی نبی کی روح اس وقت تک قبض نہیں کی گئی جب تک کہ اس نبی کو جنت میں اُن کا ٹھکانہ' نہ دکھا دیا جائے، پھر نبی کو اِختیار دیا جاتا ہے۔

---

(۱) صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۴۴۶۲ ......سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۶۲۹۔

(۲) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۶۲۹۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

زبانِ اقدس سے نکلنے والا آخری کلمہ: پھر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا وقت قریب آیا تو (حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ) آپ کا سر مبارک میری ران پر تھا، تھوڑی دیر آپ بے ہوش رہے، پھر اس سے اِفاقہ ہوا تو اپنی نظروں کو گھر کی چھت پر جماتے ہوئے فرمایا: **اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ۔**

حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ میں نے فوراً سمجھ لیا کہ اب آپ ہم کو اختیار نہیں فرمائیں گے، اور میں نے اس وقت جان لیا کہ یہ دراصل وہی بات ہے جو آپ فرمایا کرتے تھے۔ یہ حدیث صحیح ہے، یہی آخری کلمہ تھا جو آپ کی زبانِ اقدس سے نکلا۔(۱)

جب کہ ایک دوسری روایت میں آپ کا آخری کلام یہ ذکر کیا گیا ہے :

اللھم اغفرلي وارحمني وألحقني بالرفیق الاعلیٰ .

یعنی اے اللہ! میری مغفرت فرما، مجھ پر رحم وکرم کر اور مجھے رفیق اعلیٰ کے ساتھ ملا دے۔(۲)

ایک روایت میں آتا ہے کہ جب آپ پر تکلیف کی شدت بڑھ گئی تو زبانِ رسالت سے یہ آیت سنی گئی :

مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقاً . (سورۂ نساء:۶۹/۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں سمجھ گئی کہ آپ کو اس وقت اختیار دیا گیا ہے۔ یہ تمام روایات بخاری وغیرہ سے لی گئی ہیں۔

مذکورہ روایتیں اس بات پر دلالت کر رہی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح قبض کر کے جنت میں آپ کا ٹھکانہ دکھایا گیا، پھر آپ کی روح واپس جسم میں لوٹائی گئی، پھر دنیا وآخرت کے بارے میں اختیار دیا گیا۔

---

(۱) صحیح بخاری، رقم الحدیث:۴۴۳۷......صحیح مسلم، رقم الحدیث:۲۴۴۴۔

(۲) صحیح مسلم، رقم الحدیث:۲۴۴۴......مسند احمد بن حنبل:۲۳۱/۶۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

چنانچہ مسند احمد میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا مگر یہ کہ اس کی روح قبض کی جاتی ہے، پھر اسے اجرو ثواب دکھایا جاتا ہے، پھر روح دوبارہ لوٹا کر دنیا وآخرت کے مابین اختیار دیا جاتا ہے۔

میں نے یہ بات ذہن نشیں کر رکھی تھی۔ چنانچہ آپ کا سہارا میرے سینے پر تھا، میں نے دیکھا کہ آپ کی گردن ایک طرف مائل ہوگئی ہے۔ میں نے دل میں کہا کہ شاید وقت آگیا، پھر میرے سامنے وہی بات آئی جو میرے ذہن نشیں تھی۔ تو میں نے دیکھا کہ آپ کی گردن اوپر اٹھ گئی اور آپ دیکھنے لگے، میں نے کہا اَب تو خدا کی قسم وہ ہم کو اختیار نہیں کریں گے اور اس آخری وقت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم **مع الرفيق الأعلىٰ في الجنة** اور یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے :

مَعَ الَّذِيْنَ أَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ أُولٰٓئِکَ رَفِيْقاً . (سورۂ نساء:۶۹/۴)۔(۱)

صحیح ابن حبان میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غشی طاری ہوئی اور آپ کا سر اقدس میری گود میں تھا۔ میں آپ کے سرِ انور پر ہاتھ پھیر رہی تھی اور اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے دعاے شفا مانگ رہی تھی۔ پھر آپ کو کچھ اِفاقہ ہوا تو فرمانے لگے :

لا بل أسأل اللّٰه رفيق الأعلىٰ مع جبريل وميكائيل وإسرافيل .

صحیح ابن حبان کے علاوہ مسند احمد میں بھی ہے کہ حضرت عائشہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض وفات میں پڑھ پڑھ کر آپ کو دم کر رہی تھیں تو آپ نے فرمایا کہ اپنے ہاتھ کو اونچا کر کہ یہ مجھ کو اس حالت میں فائدہ پہنچاتے ہیں۔(۲)

---

(۱) مسند احمد بن حنبل: ۶/۴۷۔

(۲) صحیح ابن حبان: ۴/۲۶۹......مسند احمد بن حنبل: ۶/۲۶۱۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ جب کبھی انبیا موت کو ناپسند کریں تو اللہ تعالیٰ اپنی ملاقات کے لیے ان پر موت کو آسان کر دیا کرتا ہے، اور ہر وہ چیز ان کو عطا فرماتا ہے جو وہ پسند کرتے ہیں۔ مثلاً کوئی تحفہ یا کوئی بزرگی، یہاں تک کہ ان کی جان ایک جانب سے نکلنا شروع ہو جاتی ہے اور وہ اس بات کو پسند کر رہے ہوتے ہیں جس چیز کی ان کو مثال دی جا رہی ہو۔

چنانچہ مسند احمد بن حنبل میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے عائشہ کی ہتھیلی کی سفیدی جنت میں دیکھی تو مجھ پر موت آسان ہوگئی۔(۱)

حضرت ابن سعد نے مرسلاً روایت کی ہے کہ حضور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نے عائشہ کو جنت میں دیکھا جس کی وجہ سے مجھ پر موت آسان ہوگئی گویا کہ میں عائشہ کی ہتھیلی دیکھ رہا ہوں۔(۲)

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہ سے بے پناہ محبت تھی، یہاں تک کہ آپ ان کے بغیر بے قرار ہو جاتے تھے؛ لہٰذا آپ کے سامنے مناظر جنت کو دکھاتے ہوئے حضرت عائشہ کو دکھایا گیا تاکہ آپ پر موت آسان ہو جائے؛ کیوں کہ زندگی کا مزہ اسی وقت ہوتا ہے جب اپنے پیارے اپنے ساتھ ہوں۔

ایک شخص نے ایک روز بارگاہِ رسالت میں عرض کیا کہ لوگوں میں آپ کو سب سے زیادہ کون محبوب ہے؟۔ آپ نے فرمایا: عائشہ۔ اس شخص نے کہا کہ یارسول اللہ! میری مراد مردوں میں سے تھی، تو آپ نے فرمایا: اس کا والد (ابوبکر صدیق)۔(۳)

(۱) مسند احمد بن حنبل: ۱۳۸/۶۔

(۲) طبقاتِ ابن سعد: ۶۵/۸-۶۶۔

(۳) سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۸۹۰۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اسی وجہ سے مرض الوفات کی اِبتدا میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے دردِ سر کی شکایت کی تھی تو آپ نے فرمایا تھا کہ مجھے یہ بات پسند ہے کہ تیرا مرنا میری زندگی میں ہوتا کہ میں تجھ پر نماز پڑھوں اور تجھے اپنے ہاتھوں سے دفناؤں۔ مگر یہ بات حضرت عائشہ کو گراں گزری تھی؛ کیوں کہ انھوں نے سوچا کہ شاید حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری جدائی چاہتے ہیں جب کہ آپ کی خواہش یہ تھی کہ عائشہ مجھ سے پہلے دنیا سے جائے تا کہ (آخرت میں) دونوں کی ملاقات جلد ہو جائے۔

مسواک کی بے پایاں اَہمیت: حضرت عائشہ نے ایک مسواک لی، اسے چبا کر نرم کیا جس میں اُن کا لعاب بھی شامل ہو گیا، پھر انھوں نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عنایت فرمایا تو آپ نے اطمینان کے ساتھ مسواک فرمایا اور اسے اپنے دہن مبارک میں گھمانے لگے، اسی دوران آپ کے ہاتھ میں کمزوری محسوس ہوئی اور وہ مسواک چھوٹ کر گر گئی۔ حضرت عائشہ فرماتی تھیں کہ دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن اللہ تعالیٰ نے میرے لعاب کو تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لعاب کے ساتھ جمع فرما دیا۔ صحیحین میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے۔(۱)

حافظ عقیلی (م۳۲۲ھ) روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرضِ وصال میں حضرت عائشہ سے فرمایا: میرے لیے ایک تَر مسواک لے آؤ، اور اسے چبا کر مجھے دو کہ میں اسے چباؤں، تا کہ میرا لعاب تمھارے لعاب کے ساتھ مل جائے اور اس کے ذریعہ مجھ پر موت آسان ہو جائے۔

ملک الموت کی اِجازت طلبی: حضرت جعفر بن محمد (م۱۴۸ھ) اپنے والد ماجد (امام محمد الباقر) سے روایت کرتے ہیں کہ جب سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرما جانے میں تین دن باقی رہ گیا تو حضرت جبرئیل آ کر عرض کرنے لگے یا رسول

(۱) صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۴۴۵۰۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کی عزت وتکریم اور قدر ومنزلت کے لیے خصوصی طور پر بھیجا ہے، اور آپ سے وہ چیز پوچھ رہا ہے جس کے بارے میں وہ آپ کی نسبت خود زیادہ جانتا ہے کہ آپ اس وقت اپنے آپ کو کس حال میں پاتے ہیں؟ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے جبرئیل! میں اپنے آپ کو غمگین اور مبتلاے کرب پاتا ہوں۔

حضرت جبرئیل پھر دوسرے دن تشریف لائے اور وہی بات دریافت کی۔ پھر تیسرے دن آئے اور یہی بات پوچھی۔ تو اسی روز ملک الموت نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ حضرت جبرئیل نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ ملک الموت ہیں جو آپ کی بارگاہ میں حاضر ہونے کا اِذن مانگ رہے ہیں۔ انھوں نے آپ سے پہلے کبھی کسی آدمی سے اجازت طلب نہیں کی اور نہ آپ کے بعد کبھی کسی آدمی سے اجازت مانگیں گے۔

آپ نے فرمایا: ان کو اندر آنے کی اجازت دے دو۔ چنانچہ ملک الموت اندر داخل ہوئے اور آپ کے سامنے کھڑے ہوکر فرمانے لگے: یارسول اللہ! بیشک اللہ نے مجھے آپ کی طرف بھیجا ہے اور مجھے یہ حکم ملا ہے کہ میں ہر معاملے میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں۔ اگر آپ مجھے اپنی روح قبض کرنے کا حکم عطا کریں تو کر لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اے ملک الموت! کیا تم تعمیل حکم کروگے؟ ملک الموت نے عرض کی: مجھے اسی بات کا حکم ہے کہ میں ہر معاملے میں آپ کے حکم کی تعمیل کروں۔

اس وقت حضرت جبرئیل نے فرمایا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ سے ملنے کا مشتاق ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ملک الموت! جس چیز کا تمھیں حکم دیا گیا ہے اس کی تعمیل کرو۔ حضرت جبرئیل نے عرض کی: السلام علیک یارسول اللّٰہ۔

یہ میرا دنیا میں آخری بار آنا ہے۔ بس آپ ہی کی وجہ سے مجھے دنیا میں آنے کی ضرورت رہا کرتی تھی۔ پھر انھوں نے تعزیت کے کچھ کلمات اس انداز سے پڑھے کہ گھر والے سن رہے تھے اور محسوس کر رہے تھے، مگر کوئی شخص نظر نہیں آ رہا تھا:

السّلَامُ علیکم یا أهْلَ البَیتِ ورحمُةُ اللّٰه وبرَکاته، کُلُّ نَفْسٍ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ذَآئِقَةُ الْـمَـوْتِ وَإِنَّـمَـا تُـوَفَّـوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، إِنَّ فِي اللّٰهِ عِـزَآءً مِنْ كُلِّ مُصِيْبَةٍ وَخَلَفًا مِنْ كُلِّ هَالِكٍ وَدَرَكًا مِنْ كُلِّ فَائِتٍ فَبِاللّٰهِ فَثِقُوْا وَإِيَّاهُ فَارْجُوْا إِنَّمَا الْمُصَابَ مَنْ حَرُمَ الثَّوَابَ وَالسَّلامُ عليكمْ ورحمَة اللّٰه وبركاته .

اے خانۂ نبوت کے مکینو! اللہ کی رحمت وبرکت وسلامتی کا تم پر نزول ہو۔ ہر نفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے اور تمھیں قیامت کے دن تمھارا پورا پورا اَجر ضرور ملے گا۔ بے شک اللہ کے پاس ہر مصیبت کا بدلہ ہے اور ہر ہلاک ہونے والی چیز کا نعم البدل، نیز ہر فوت ہونے والی چیز کا اَجر وصلہ ہے۔ لٰہذا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو، اور اسی سے امید رکھو۔ اصل مصیبت کا مارا وہ ہے جو اَجر و ثواب سے محروم کر دیا گیا۔

ربیع الاوّل بروز دوشنبہ یوم وفاتُ النبی: تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بروز دوشنبہ ماہ ربیع الاول میں دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس پر سبھی کا اتفاق ہے۔ اسی دن بوقت فجر آپ نے پردہ ہٹا کر لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا جن کی امامت حضرت ابوبکر صدیق فرما رہے تھے۔ قریب تھا کہ اہل ایمان آپ کو دیکھ کر فرطِ مسرت سے کسی آزمایش میں پڑ جاتے (یعنی نماز توڑ بیٹھتے) چنانچہ لوگوں نے جب آپ کے چہرۂ انور کی طرف نظر کی تو وہ ورقِ مصحف کی مانند چمک رہا تھا۔ لوگوں نے گمان کیا کہ اب حضور نماز کے لیے تشریف لائیں گے؛ لیکن آپ نے ان کو اشارے سے فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ نماز اَدا کرتے رہیں۔ پھر آپ نے پردہ ڈال دیا اور اسی دن آپ کا وصال ہو گیا۔

جب کہ مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ صبح کی نماز کے وقت آپ کو مرض سے اِفاقہ ہو گیا ہے اور آپ پورے طور پر صحت یاب ہو چکے ہیں۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ سے باہر محلّہ سُنح میں واقع اپنے گھر تشریف لے گئے۔ اور ادھر بوقت چاشت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ مبارک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

زوال کے بعد وصال ہوا ہے؛ مگر پہلا قول زیادہ صحیح ہے کہ آپ کی وفات اسی وقت ہوئی جب چاشت کے وقت میں تیزی آچکی تھی اور یہ وہی وقت ہے کہ جس وقت آپ مکہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تھے۔

یومِ وفات کے تعلق سے اہل علم کی مختلف آرا ہیں۔بعض کا کہنا ہے کہ یکم ربیع الاوّل کو آپ نے پردہ فرمایا۔بعض کا قول ہے کہ دوئم ربیع الاول کو۔بعض نے تیرہ،اور بعض نے پندرہ کا بھی قول کیا ہے؛ مگر مشہور عندالناس یہی ہے کہ آپ کا وصال بارہ ربیع الاوّل کو ہوا۔

لیکن مذکورہ قول کی سہیلی وغیرہ نے تردید کی ہے۔ان کا کہنا ہے کہ جس دن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدانِ عرفات میں خطبہ دیا تھا اور حج اَدا فرمایا تو وہ ہجرت کا دسواں سال اور جمعہ کا دن تھا۔تو اس حساب سے یکم ذی الحجہ جمعرات کو بنتی ہے، پھر اگر آگے حساب کیا جائے تو کسی صورت بھی دوشنبہ کا دن بارہ ربیع الاوّل کو نہیں پڑتا، چاہے درمیانی مہینے یعنی ذی الحجہ،محرم اور صفر تیس کے مانیں جائیں، یا انتیس کے۔اور چاہے بعض مہینے تیس کے اور بعض انتیس کے۔

تاہم ان کی اس بات کا ابن اسحٰق نے بڑی خوبصورتی سے جواب دیتے ہوئے ثابت کیا ہے کہ سرکارِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال بارہ ربیع الاوّل ہی کو ہوا۔اور یہ اس لیے ممکن ہے کہ اہل عرب تاریخ کا حساب دن کی بجائے رات سے لگاتے ہیں۔گزرے ہوئے دن کی رات کا حساب نہیں لگاتے؛ کیوں کہ ان کے نزدیک دن‘ رات کا تابع ہوتا ہے اور رات گزرنے کے بعد دن کا آغاز ہوتا ہے؛ لہٰذا جس رات کا دن مکمل طور پر پورا نہ ہوجائے اس کی رات کو شمار نہیں کیا جاتا۔چنانچہ جب گنتی میں راتوں کا ذکر کرتے ہیں تو اس میں راتوں کے ساتھ ساتھ دن بھی شامل رکھتے ہیں۔مثال کے طور پر جب وہ کہتے ہیں: ’دس راتیں‘ تو مراد دس راتیں ان کے دن سمیت ہوتی ہیں۔

چند فقہی مسائل: اس تشریح سے جمہور کے قول کا صحیح ہونا ثابت ہوگیا جو فرماتے ہیں کہ شوہر کے مرنے پر اس کی بیوی کی عدت چار ماہ اور دس راتیں بمع ان کے دنوں کے ہے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

اور (دسواں دن) یعنی آخری دن مکمل عدت کے اندر شامل ہے۔تاہم امام اوزاعی اس کے خلاف گئے ہیں۔ یوں ہی حج کے مہینوں کی بابت جمہور فرماتے ہیں کہ وہ شوال، ذی القعد اور عشرۂ ذی الحجہ ہے، اس معنی کے لحاظ سے یوم النّحر (قربانی کا دن) عشرۂ ذوالحجہ میں شامل ہے۔لیکن امام شافعی کا اس میں اختلاف ہے۔

خلاصۂ بحث یہ ہے کہ جس روز تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال پرملال ہوا وہ درحقیقت ربیع الاول کی تیرہ تاریخ تھی؛ لیکن مذکورہ تشریح کے مطابق جب تیرہویں تاریخ کا دن مکمل ہی نہ ہوا تو اس کی رات کو بھی تاریخ میں شمار نہ کیا، شمار میں صرف اتوار کی رات مع اس کے دن کے آئی کہ وہی بارہویں تاریخ تھی۔اسی وجہ سے حضرت ابن اسحٰق فرماتے ہیں کہ ربیع الاول کی بارہ راتیں گزرنے کے بعد سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

وقت تدفین میں اہل علم کی مختلف آرا: مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دفن کے وقت میں بھی اہل علم کے درمیان اختلاف واقع ہوا ہے۔بعض کا کہنا ہے کہ اسی ساعت میں دفن فرمادیے گئے؛ لیکن یہ قول بعید از حقیقت ہے۔بعض نے کہا کہ منگل کی شب میں تدفین عمل میں آئی اور بعض کے بقول منگل کے دن میں دفن ہوئے جب کہ بعض نے بدھ کی شب میں دفن ہونے کا قول کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

رحلت مصطفیٰ سے صحابہ میں اِضطراب کی ناقابل بیان لہر: سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد مسلمانوں کے درمیان ایک اضطراب و بے چینی پھیل گئی۔بعض صحابہ مدہوش اور مخبوط الحواس ہوگئے۔بعض شدتِ غم سے ایسے بیٹھے کہ ان میں اٹھنے کی سکت نہ رہی۔بعض کی زبانیں گنگ ہوگئیں، کچھ کو بولنے کا یارا' نہ رہا۔ جب کہ بعضوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا کلیتاً انکار کردیا اور کہنے لگے کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب سے ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے تھے، یوں ہی سرکار اقدس علیہ السلام بھی اپنے پروردگار سے ملنے کی غرض سے تشریف لے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

گئے ہیں۔ایسا کہنے والوں میں حضرت عمر فاروق بھی تھے۔

جب اس بات کی خبر حضرت ابوبکر صدیق کو پہنچی تو آپ دوڑے دوڑے تشریف لائے اور حضرت عائشہ کے حجرے میں داخل ہو گئے۔اس وقت تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرۂ اقدس کپڑے سے ڈھکا ہوا تھا۔آپ نے آ کر روئے انور سے پردہ ہٹایا،کئی دفعہ چہرۂ مبارک پر بوسہ دیا اور روتے ہوئے کہنے لگے :

وا نبیاہ ! وا خلیلاہ ! وا صفیاہ .

یعنی اے پیارے نبی،اے پیارے خلیل اور اے پیارے برگزیدہ (پیغمبر)۔

اس کے بعد آپ نے فرمایا :

انا للّٰه وانا إلیه راجعون . مات واللّٰه رسول اللّٰه ، وقال والله! لا یجمع اللّٰه علیک موتتین، أما الموتة التي کتبت علیک فقد متها .

یعنی ہم اللہ ہی کے لیے ہیں اور اسی کی طرف ہمیں لوٹ کر جانا ہے۔خدا کی قسم! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وفات پا چکے ہیں۔قسم بخدا! اللہ تعالیٰ آپ پر دو موتیں جمع نہ فرمائے گا،یعنی جو موت آپ کے لیے لکھی تھی وہ موت آپ کو آ چکی۔

پھر آپ مسجد نبوی میں تشریف لے گئے جہاں حضرت عمر لوگوں سے کلام کر رہے تھے اور لوگ ان کے اِردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت ابوبکر نے وہاں پہنچ کر اپنے کلام کا آغاز کلمہ شہادت اور اللہ رب العزت کی حمد سے کیا تو لوگ حضرت عمر کو چھوڑ کر ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔پھر آپ نے لوگوں کے سامنے ایک (مختصر تاریخی) خطبہ ارشاد فرمایا :

من کان یعبد محمداً فإن محمداً قد مات ، ومن کان یعبد اللّٰه ، فإن اللّٰه حی لا یموت ، وتلا: وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أ فَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤی اَعْقَابِکُمْ .

یعنی جو شخص محمد کی عبادت کرتا تھا تو وہ سن لے کہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

کو پیارے ہوگئے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ تعالیٰ زندہ ہے، اسے کبھی موت نہیں آئے گی۔ پھر آپ نے سورۂ آل عمران کی ایک آیت تلاوت کی: 'اور محمد (بھی تو) رسول ہی ہیں (نہ کہ خدا) آپ سے پہلے بھی کئی پیغمبر (مصائب اور تکلیفیں جھیلتے ہوئے اس دنیا سے) گزر چکے ہیں، پھر اگر وہ وفات فرما جائیں یا شہید کر دیے جائیں تو کیا تم اپنے (پچھلے مذہب کی طرف) اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے'۔

حضرت ابوبکر کی باتیں سن کر تمام لوگوں کو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کا یقین ہوگیا گویا کہ حضرت ابوبکر کے تلاوت کرنے سے پہلے انھوں نے یہ آیت کریمہ سنی ہی نہ تھی۔ اس کے بعد لوگ ایک دوسرے کو یہی آیت تلقین کرتے رہے۔ جو کوئی کسی سے ملتا یہی آیت تلاوت کر دیتا۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ فرما جانے کے بعد حضرت فاطمہ کی کیفیت دیگرگوں تھی، وہ بے قراری کے عالم میں کہہ رہی تھیں :

یا أبتاه ! أجاب ربا دعاه . یا أبتاه! جنة الفردوس مأواه . یا أبتاه ! إلی جبریل أنعاه . یا أبتاه ! من ربه ما أدناه .

یعنی اے بابا جان! آپ نے اپنے رب کی پکار پر لبیک کہہ دیا۔ اے والد گرامی! جنت الفردوس آپ کی آرام گاہ بنا۔ اے پیارے ابا! جبرئیل آپ کی تعزیت کریں۔ اے ابا جان! آپ اپنے رب سے کتنا قریب ہوگئے!۔

شفیق والد کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ بس چھ ماہ بقید حیات رہیں۔ اس دوران کبھی ان کے چہرے پر ہنسی نہ دیکھی گئی، اور یہی انھیں زیبا تھا۔

علیٰ مثل لیلي یقتل المرء نفسه
وإن کان من لیلي علیٰ الهجز طاویا

یعنی جو کچھ مجھ پر سانحہ بیت گیا یہ ایسا تھا کہ کسی اور پر گزرتا تو وہ خود کو اپنے

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ہاتھوں ہلاک کرڈالتا، گرچہ وہ ان لوگوں میں سے ہو جو جدائی اور فراق پر صبرو اِستقلال کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

گویا اس بڑی مصیبت کے سامنے ساری مصیبتیں چھوٹی اور ہیچ ہیں۔ سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے مرضِ وفات میں فرمایا: 'اے لوگو! لوگوں میں سے کسی کو یا اہل ایمان میں سے کسی کو کوئی مصیبت پہنچے تو وہ میری اس مصیبتِ وفات کو یاد کرلے اس مصیبت کے مقابلے میں جو اسے میری وفات کے علاوہ پہنچی ہے؛ کیوں کہ میری اُمت میں سے کسی کو میری وفات کی مصیبت سے بڑھ کر کوئی مصیبت نہیں پہنچ سکتی'!۔(۱)

حضرت ابوالجوزا بصری تابعی (م۸۳ھ) فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ میں ایک آدمی رہتا تھا، جب اسے کوئی مصیبت پہنچتی تو اس کا بھائی آکراس سے مصافحہ کرتا اور کہتا: اے اللہ کے بندے! اللہ پر بھروسہ کرکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتِ بابرکات میں ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ کسی شاعر نے بڑی عمدہ بات کہی ہے ؎

اصبر لکل مصیبة وتجلد — واعلم بأن المرء غیر مخلد

واصبر کما صبر الکرام فإنھا — نوب تنوب الیوم تکشف فی غد

وإذا أتتک مصیبة تشجی بھا — فاذکر مصابک بالنبی **محمد**

یعنی ہر مصیبت کے وقت صبر واِستقلال سے کام لے اور ذہن نشیں کرلے کہ کسی انسان کو ہمیشہ نہیں رہنا۔ اور صبر وضبط کو اپنا شعار بنا جیسا کہ نیک لوگوں نے صبر کیا؛ کیوں کہ آج کی مصیبت جیسی بھی ہے وہ کل ختم ہوجائے گی۔ جب کوئی ایسی مصیبت پیش آئے جو تجھے غمگین کردے تو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مصیبت (وفات) کو یاد کرلیا کر۔

---

(۱) سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۵۹۹۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

ایک دوسرا شاعر اس مفہوم کو شعر کا جامہ یوں پہنتا ہے ۔

تذکــرت لمــا فرق الدهر بيننا فعـزيت نفـسي بالـنبي **محمد**

وقـلت لهـا إن المنـــايا سبيـلنا فمن لم يمت في يومه مات في غد

یعنی جب زمانہ ہمارے درمیان جدائی کی خلیج پیدا کرتا ہے تو میں اپنے آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات یاد کرا کر تسلی دے دیا کرتا ہوں۔ میں اپنے نفس سے کہتا ہوں کہ موت ہی ہمارا راستہ ہے؛ لہٰذا اگر کوئی آج نہیں مرا تو وہ کل ضرور مر کر رہے گا۔

تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کا کرب کتنا عظیم تھا کہ انسان تو انسان جمادات بھی آپ کا فراق برداشت نہ کر سکے اور پھٹ گئے، تو پھر اہل ایمان کے دلوں کا کیا حال ہوا ہوگا!۔

جب اس کھجور کے تنے نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے سے جدا ہوتے ہوئے دیکھا، یہ وہی کھجور کا تنا تھا جس پر نبی محترم علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر کے بننے سے پہلے کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے تو وہ رونے لگا اور اس قدر زور زور سے کہ جیسے کوئی بچہ روتا ہے۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے پاس تشریف لائے اور اسے گلے سے لگایا تب اس کی آواز مدھم ہوتی چلی گئی۔ جس طرح کہ جب کسی بچے کو چپ کرایا جاتا ہے تو اس کا رونا آہستہ آہستہ کم ہوتا جاتا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ اگر میں اس کو چپ نہ کراتا تو یہ قیامت تک یوں ہی روتا رہتا۔

جب حضرت حسن بصری اس حدیث کو بیان کرتے تو رو پڑتے اور فرماتے کہ وہ لکڑی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی کا صدمہ نہ برداشت کر سکی اور رونے لگی تو تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشتاق ہونے میں زیادہ حق دار ہو!۔

روایتوں میں آتا ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد تدفین سے قبل اذان دی، جب اشہد ان محمدا رسول اللہ کہا تو مسجد

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

میں ایک کہرام مچ گیا۔ پھر حضور تاجدارِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفنانے کے بعد حضرت بلال نے اذان کہنا ہی چھوڑ دیا۔

کہتے ہیں کہ جس کے دوست بچھڑ جائیں اس کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے۔خصوصاً وہ شخص جس کے دیکھنے پر ہی زندگی موقوف ہو۔شاعر نے کیا خوب ترجمانی کی ہے ۔

لو ذاق طعم الفراق رضوی	لكاد من وجــده يـميد
قد حملونی عـذاب شوق	يعجز عن حمله الحـديـد

یعنی اگر رضویٰ پہاڑ جدائی کا ذائقہ چکھ لے تو فوراً ہل جائے۔انھوں نے مجھ پر شوق کا عذاب ڈال دیا جس کو اٹھانے سے لوہا بھی عاجز ہے۔

جب مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کر دیا گیا تو حضرت فاطمہ نے فرمایا: تمھارے دلوں نے کیسے اس بات کو گوارا کر لیا کہ تم اللہ کے رسول پر مٹی ڈال آؤ۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تھے اس دن آپ کی تشریف آوری کی وجہ سے ہر شے روشن ہوگئی تھی اور جس دن آپ کی تدفین عمل میں آئی اس دن ہر شے پر اندھیرا چھا گیا تھا۔اور ہم نے سرکارِ ابدقرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دفن کر کے ہاتھوں سے مٹی بھی نہ جھاڑی تھی کہ ہم نے اپنے دلوں کو بدلا ہوا پایا۔ایک شاعر بارگاہِ رسول میں خراجِ عقیدت پیش کر رہا ہے ۔

لیُبْکِ رسولَ اللّٰه من کان باکیا	فلا تنس قبـرا بالمـدينة ثـاويا
جزى اللّٰه عنا كل خير محمـدا	فقد كان مهديا وقد كان هاديـا
وكان رسول اللّٰه روحا ورحمة	ونورا وبــرهانا من الله باديــا
وكان رسول اللّٰه بالخـير آمرا	وكان عن الفحشاء والسوء ناهيا
وكان رسول اللّٰه بالقسط قائما	وكان لما استرعاه مولاه راعيا
وكان رسول اللّٰه يدعو إلى الهدى	فلبى رسول اللّٰه لـبيه داعـيا
أ ينسى أبر الناس بالناس كلهم	وأكـــرمهم بيتا وشعبا و واديا
أينسى رسول اللّٰه أكرم من مشى	وآثـاره بالمسجدين كما هيا

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

تکــــدر مــن بعد النبی محمد علیه ســــلام اللّٰه ما کان صافیا
رکنـا إلی الـــدنیا الدنیة بعده وکشفت الأطماع منا مساویا
وکم من منار کان أوضحـه لنا ومن علم أمسی وأصبح عافیـا
إذا المـرء لم یلبس ثیابا من التقی تقـلب عریانا وإن کان کاسیا
و خیر خصال المرء طاعة ربه ولا خیر فیمن کان للّٰه عاصیا

یعنی رونے والے کو چاہیے کہ وہ رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کی جدائی) پر روئے، اور مدینہ میں آپ کی قبرانور کو کبھی فراموش نہ کرے، جہاں آپ موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری طرح سے اپنے پیارے رسول کو پوری پوری جزا عطا کرے کہ وہ ہادی بھی ہیں اور مہدی بھی۔ رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باعث رحمت وعظمت تھے اور اللہ کی طرف سے کھلا ہوا نور اور برہان۔ رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیر کا حکم فرمانے والے، بے حیائیوں اور برائیوں سے روکنے والے، انصاف کو قائم کرنے والے اور جو کوئی حفاظت چاہتا تو اس کی نگہبانی کرنے والے تھے۔ وہی ہدایت کی طرف بلانے والے اور پکارنے والے کی پکار کا جواب دینے والے تھے۔ کیا لوگوں میں سب سے نیک انسان کو بھلایا جاسکتا ہے جو گھر، گھاٹی اور وادی کے لحاظ سے سب سے زیادہ معزز ومکرم ہیں۔ کیا رسول اللہ کو بھلایا جاسکتا ہے جو چلنے والوں میں سب سے زیادہ باوقار ہیں، جن کی نشانیاں دونوں مسجدوں (حرموں) میں جوں کی توں قائم ہیں۔ ہر وہ چیز جو روشن تھی محمد مصطفیٰ کی وفات کے بعد دھندلی پڑ گئی۔ آپ کے وصال کے بعد ہم گھٹیا دنیا کی طرف مائل ہوگئے اور ہمارے اندر کا لالچ کھل کر باہر آ گیا۔ کتنے ہی مینار ہمارے لیے وہ روشن کر گئے اور علامتیں ہیں جن کا صبح شام درس دینے والے تھے۔ جب آدمی تقویٰ کا لباس نہ پہنے تو وہ برہنہ ہی پھرے گا، اگرچہ لباس پہنے ہوئے ہو۔ آدمی کی بہترین خصلت اپنے پروردگار کی فرماں برداری ہے اور اس آدمی میں کوئی خیر نہیں جو اللہ کا نافرمان ہو۔

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

لمحۂ فکریہ

عصرِ حاضر کی مشینی زندگی میں اِنسان کے پاس فرصت کے لمحات کہاں؟

علمی و دینی محافل میں شرکت کی سعادت بھی کم ہی مل پاتی ہے،

اور پھر بے لگام میڈیا کے اَخلاق باختہ پروگرامز نے

رہی سہی کسر بھی پوری کر دی،

اِن حالات نے کتاب کے مطالعے کی اہمیت واِفادیت

کو اور بھی دو چند کر دیا ہے۔

بے داغ اَخلاق وکردار، صفت تحمل و بردباری،

دانائی وزیرکی، سوچ میں پختگی، خود اِعتمادی،

برداشت ویادداشت میں اِضافہ،

اچھی رائے قبول کرنے کی صلاحیت اور بہترین اِنسان بننے کا حوصلہ۔

یہ سب اَوصاف کتب بینی کے نتیجے میں ہمارے اندر پیدا ہو سکتے ہیں،

تو پھر کیوں نہ ہم کتابوں کا مطالعہ اپنے لیے حرزِ جاں بنالیں،

اور اپنے نیز سارے معاشرے کے لیے سراپا رحمت واَمان بن جائیں۔

پیغام رفاعی مشن [ناسک] ممبئی

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

https://ataunnabi.blogspot.com/

Third Blessed Month Of Islamic Calendar

RABEE'UL AWWAL

نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاوّل
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

بارہ ماہ کے فضائل، مخصوص اَیام کی خصوصیات اور روز وشب کے وظائف واَعمال سے متعلق بہت سے علمائے اَعلام اور عرفائے حق نے وقیع وجلیل کتب تحریر فرمائی ہیں، جن میں بعض مختصر ہیں اور بعض قدرے مفصل۔ علامہ حنبلی کی تفصیلی کتاب 'لطائف المعارف' اسی سلسلۃ الذہب کی ایک زرّیں کڑی ہے۔ یہ اُسی کتاب کے تیسرے باب کا بامحاورہ ترجمہ ہے۔ اس موضوع کی بیشتر کتابیں چوں کہ اس کے بہت بعد لکھی گئیں؛ اس لیے یہ کتاب ایک مرکزی ماخذ کے طور پر ہر زمانے میں اہل علم وکمال کے ہاتھوں ہاتھ رہی ہے۔ ربیع الاوّل کا مہینہ ہرچند کہ میلادِ رسولِ مقبول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے شہرۂ آفاق ہے، اور یقیناً یہی اس کا مایۂ امتیاز واختصاص ہے؛ لیکن اس مبارک مہینے کے اندر کچھ دیگر معارف ونکات بھی ہیں، جن کی طرف عموماً ہمہ وشما کی توجہ نہیں ہو پاتی؛ تاہم مصنف علام نے کھوج کھوج کر اس ماہ کے عجائب وغرائب اور حقائق ومعارف سے پردہ اُٹھانے کی جو سعی مشکور کی ہے وہ بڑے خاصے کی چیز ہے۔ کتاب نکتہ رسی، لطائف بیانی، اور معارف آفرینی سے بھری پڑی ہے۔ ماہِ ربیع الاوّل اِسلامی تقویم کا تیسرا اور اِنسانی تاریخ کا عظیم ترین مہینہ ہے۔ اہل علم فرماتے ہیں کہ جس طرح رمضان کو اللہ نے نزولِ قرآن کے طفیل دیگر مہینوں پر اِمتیاز عطا فرمایا ہے، اسی طرح ربیع الاوّل کی انفرادیت وشانِ علو کی وجہ بھی اس میں صاحب قرآن کی تشریف آوری ہے۔ یہ ماہِ مبارک بلاشبہہ حضور رحمت عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کے صدقے ایک انفرادی حیثیت کے ساتھ سال کے جملہ مہینوں پر نمایاں فضیلت واِمتیاز کا حامل ہے۔ میں اُمید کرتا ہوں کہ ربیع الاوّل کے تعلق سے یہ کتاب علم وعرفان کے بہت سے نئے اَبواب وا کرے گی، اور قارئین باتمکین کے لیے اس میں دلچسپی کا بہت کچھ سامان ہوگا۔

محمد افروز قادری چریاکوٹی

SUNNI PUBLICATIOONS
2818/6, Gali Garahiya, Kucha Chellan
Darya Ganj, New Delhi- 110002
Mob.:9867934085
Email: zubair006@gmail.com

₹ 000/-
ISBN 81-89437-46-1

KAMAL BOOK DEPOT
MADRASA SHAMSUL ULOOM
GHOSI, Distt. MAU, (U.P)
Cell: 9935465182

Click For More Books
https://archive.org/details/@zohaibhasanattari